امام اعظم ابوحنیفہ
کے
حیرت انگیز واقعات
مولانا عبدالقیوم حقانی
مؤتمر المصنفین
پشاور پاکستان

نام کتاب ـــــ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات

تالیف ـــــ مولانا عبد القیوم حقانی

ضخامت ـــــ ۲۷۲ صفحات

سائز ـــــ ۲۳×۳۶/۱۶

کتابت ـــــ محمد عبد الواحد اختر راولپنڈی

پرنٹرز ـــــ المطبعة العربية

تاریخ طباعت اوّل ـــــ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ / اکتوبر ۱۹۸۷ء

تعداد بار اوّل ـــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

تاریخ طباعت دوم ـــــ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ / جولائی ۱۹۸۸ء

تعداد بار دوم ـــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

تاریخ طباعت سوم ـــــ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ / اپریل ۱۹۹۰ء

تعداد بار سوم ـــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

تاریخ طباعت چہارم ـــــ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ / اگست ۱۹۹۱ء

تعداد بار چہارم ـــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

ملنے کے پتے

(۱) کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
(۲) مکتبہ مدنیہ ۱۷ اردو بازار لاہور (۳) ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
(۴) مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور (۵) مکتبہ الفاروق ۹ اسلطانپورہ روڈ لاہور
(۶) دار الکتب نزد جونگی ... اکوڑہ خٹک ضلع پشاور (۷) مکتبہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ کتاب

باب ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

از محدث کبیر استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ
بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ

حامداً و مصلیاً۔ زمانہ کے انقلابات، جدت پسندی، ذوقِ مطالعہ کے فقدان، عامۃ الناس کے مشاغل و مصروفیات اور کم علمی و نارسائی اور دوسری طرف ائمۂ امت، سلفِ صالحین اور بالخصوص علماءِ احناف کے خلاف زہریلے لٹریچر کی بھرمار اور باغیانہ جذبات کی انگیخت کے پیشِ نظر ضروری تھا اور عرصہ سے میری یہ تمنا تھی کہ جدید زمانہ کے معیار اور مذاق کو ملحوظ رکھ کر اکابر ائمہ امت، سلفِ صالحین اور علماءِ احناف کی سیرت و سوانح کو سہل اور سلیس زبان میں تحریر کرکے وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے اس طرح عامۃ المسلمین بالخصوص نئی نسل کے صاف ذہنوں میں صالح اقدار کا بیج بٹھا کر انقلابی سطح پر ان کے ذہن کی تعمیر اور سیرت کی تشکیل کا کام کیا جائے
عامۃ المسلمین اور عام نسل کی موجودہ بے راہ روی، اسلام کی صحیح روح سے بُعد، آسمانی مذاہب کے مخالف مادی اقدار کی غلامی اور مغربی و لادینی فکر سے

وابستگی، درحقیقت سلف صالحین اور ائمہ امت پر اعتماد کے فقدان اور ان کے پیغام و تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے لہٰذا ضروری تھا کہ اکابر ائمہ امت بالخصوص علماء احناف کے اصل حالات ان کی دینی اور تبلیغی مساعی، ان کی تعلیم و تربیت کے نتائج و اثرات، ان کے مزاج و مذاق اور ان کے فکر و عمل اور مؤثر انقلابی کردار سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے تاکہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ان کے صحیح حالات اور واقعات سبق آموز، شوق انگیز، اور ہمت آفریں ثابت ہوں اور بحیثیت جلیل القدر اور کامل انسان کے ان کے حالات منظر عام پر آئیں۔

الحمد للہ! کہ افراد امت کے عمومی مزاج اور وقت کی ایک اہم ضرورت کے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر فاضل عزیز مولانا عبد القیوم حقانی مدرس دار العلوم حقانیہ نے اردو زبان میں "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کی تالیف اور ترتیب و تحریر کی طرح ڈال کر ہماری دیرینہ تمنا کو پورا کر دیا اور گویا امت کی طرف سے ایک فرض کفایہ ادا کر دیا۔ اس سلسلہ کی پہلی جلد "امام اعظم ابو حنیفہ کے حیرت انگیز واقعات" پر مشتمل ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے مختصر، مستند، جامع اور اثرات و نتائج کے اعتبار سے یقیناً مؤثر اور ان شاء اللہ انقلاب آفریں ثابت ہوگی۔

اور مجھے سب سے زیادہ مسرت اس پر ہے کہ حالات اور واقعات کے انتخاب میں مؤلف نے ان اجزاء، مضامین اور حکایات کو اہمیت دی ہے جو نسل نو کے لئے مفید، سبق آموز، قابل تقلید، عام فہم اور دل نشیں ہیں جن سے غلط روی اور غلط فہمی کا کم سے کم اندیشہ ہوتا ہے۔ اور جو عقیدت و محبت کے بجائے حقیقت اور شریعت کے معیار پہ پورے اترتے ہیں۔

مؤلف سلمہ نے جس محنت و عرق ریزی اور ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے اردو زبان میں تاریخ نویسی کی جو نئی طرح ڈالی ہے۔ علماء احناف کی سیرت و سوانح اور واقعات

وحکایات کی گراں قدر سوغات امت کے حضور پیش کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس موضوع بیان کی نظرِ وسیع اور عمیق اور ان کا انتخاب و مذاق پاکیزہ اور قابلِ رشک حد تک شائستہ ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ فیاض ازل مؤلف کی ان کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس سلسلۂ تالیف کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ اور مؤلف سلمہٗ کو اس سلسلہ کی باقی جلدوں کی بھی جلد از جلد باحسن وجوہ تکمیل اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

عبد الحق غفرلہ

مہتمم و بانی دار العلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک پشاور
یکم ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء

پیش لفظ

جناب حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
مدیر ماہنامہ "الحق"

سوادِ اعظم اہلِ سُنّت والجماعت کے امام اور مقتدا رہ پیشوا، سراج الامہ، امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ پر لکھنے والے ہر دور میں لکھتے رہے، بہت کچھ لکھا جا چکا، لکھا جا رہا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ چلتا رہیگا اور اب شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو تشنہ رہ گیا ہو۔

مگر اسلامی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے سیرت و سوانح اور تاریخ ایام کی ترتیب و تحریر کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ پڑھنے والوں میں ایمان و احتساب، اخلاص و للّٰہیت، اعمال و کردار اور جذبۂ اصلاح انقلاب امت پیدا ہو، جس کو پڑھا جا رہا ہے، تاریخی معلومات کے ساتھ ساتھ اس کے افکار و نظریات، اس کا انقلابی عمل، اس کا خلوص اور تقویٰ، اس کا ذوقِ عبادت و ریاضت بھی پڑھنے والوں میں منتقل ہو جائے، پڑھنے والے نئے عزائم، نئے حوصلہ و فیصلہ اور نئے ولولہ اور ایثار کے جذبات سے معمور ہوں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے جامع سوانحات اور کثیر و پُر از معلومات تذکروں کے ہوتے ہوئے بھی فاضل محترم برادر عزیز مولانا عبدالقیوم حقانی کی پیش نظر تالیف "امام اعظم ابو حنیفہ کے حیرت انگیز واقعات" جو مولف کے سلسلہ تالیف "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کا نقشِ اوّل ہے، اُردو زبان میں اس سلسلہ کی پہلی کاوش ہے، جو سہل، سلیس، دلچسپ اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ جامع بھی ہے، فکر و نظر، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ، فقہ و قانون، اخلاص و للّٰہیت، طہارت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، جذبۂ

اصلاحِ انقلابِ امت، تبلیغ و اشاعت، تعلیم و تدریس، غرض جس جہت سے بھی دیکھا جائے، جامع اور تمام پہلوؤں کے لحاظ سے یکساں طور پر نفع بخش ہے، حال و قال ہو یا برہان واستدلال، طالبانِ مسائل ہوں یا عاشقانِ دلائل، سب کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرے میں سیرابی کا سامان موجود ہے۔ اس کتاب میں بیک وقت شریعت، طریقت دلائل و مسائل، سیاست و اجتماعیت کے دقیق مگر واضح اور حیات آفریں نکتے واقعات کے ضمن میں اس طرح زیب قرطاس ہو گئے ہیں کہ ہر ایک جویائے حقیقت اور متلاشیٔ روحِ شریعت کے لئے سکونِ روح و قلب کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

یہ امام صاحبؒ کی ولایت اور کرامت ہی کا کرشمہ ہے کہ محب مکرم برادرِ گرامی قدر مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، کثیر مشاغل، ہمہ وقتی مصروفیات اور ہجوم کار کے باوجود بھی تعطیلات کے چالیس ایّام میں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی ایک دن بھی انہیں دو گھنٹے جم کر اس کام کے کرنے کا موقع نہیں ملا، تاریخ حنفیت کا اس قدر حسین و جمیل گلدستہ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، صرف یہ نہیں بلکہ فقہ و قانون اور بحث و مناظرہ کے خشک اور بے مزہ ابحاث کو واقعات و حکایات اور عشق و محبت کی زبان میں بیان کر کے انہیں شگفتہ، لطیف، دلآویز، خوش تاثیر اور حیرت انگیز بنا دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاضل مولف، داستاں گو کی حیثیت سے خود داستاں سرائی سے واقف اور اپنی شاہکار تصنیف دفاعِ امام ابو حنیفہ کے پیش نظر اس فن کے گویا منجھے ہوئے استاد ہیں۔

تاہم اس کتاب میں مولف سلمہٗ کی حیثیت ناقد اور تبصرہ نگار کی نہیں ایک ناقل اور محتاط ناقل کی ہے۔ حکایات اور واقعات کے انبارِ عظیم میں انہیں جو کچھ اخذ و نقل کے قابل نظر آیا، حسنِ ترتیب اور سلیقہ مندی کے ساتھ یکجا کر دیا، البتہ احتیاط اپنے نزدیک اس کی کر لی کہ جو بات خلاف شریعت یا بہت زیادہ مبالغہ آمیز نظر آئی، اسے نظر انداز کر دیا اور جہاں ابہام، اجمال یا کسی شبہ کا احتمال تھا، حواشی میں اس کی توضیح و

تفصیل اور مناسب تشریح بھی کر دی ـــــــ امام اعظم ابو حنیفہ کی سیرت و سوانح اور حالات و واقعات ان چند ابواب میں ہرگز محدود نہیں ، تاہم وقت اور کاغذ کی گنجائش بہرحال محدود ہی ہوتی ہے اور دائرہ انتخاب بھی کسی نہ کسی منزل پر بند کرنا ہی پڑتا ہے ۔ مؤلف سلمہ کا انتخاب ماشاء اللہ بہت خوب رہا ـــــــ ایسا کہ اس پر بے اختیار صاد کرنے کو جی چاہتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی عمر علم دینی خدمات اور اوقات میں بہت بہت برکت دے اور ان کی یہ صلاحیتیں ، ان کے اساتذہ ، والدین ، خاندان ، مادر علمی اور ملک و ملت کی مزید نیک نامی کا باعث ہوں ، اس سلسلہ کو آگے بڑھانے (جیسا کہ فاضل مؤلف " علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات " کے نام سے اس کا ارادہ بھی رکھتے ہیں) کے لئے ابھی وسیع میدان پڑا ہوا ہے

کتاب اردو کے متین ادب اور صالح تاریخ میں ایک شائستہ اضافہ ہے ، اس کے پڑھنے والوں میں یقیناً بہت سے صالحین اور اہل دل ہوں گے ، ان سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں مؤلف کتاب کو ، راقم گنہ گار کو اور ادارہ مؤتمر المصنفین کو فراموش نہ فرمادیں ۔

(مولانا) سمیع الحق

صدر موتمر المصنفین

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۳ ر صفر المظفر ۱۴۰۸ھ

بمطابق ۱۷ ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

تاثرات

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت امام شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ لاھلہا اما بعد :-

قرآن عزیز نے الصالحون کو منعم علیہم کی ایک قسم قرار دیا ہے جن کا مصداق علماء باعمل ہیں۔ عمل بلا علم بے کار اور علم بلا عمل وبال ہوتا ہے۔ ان صلحاء امت میں سے مخصوص اور ممتاز طبقہ فقہاء امت کا ہے جن کی دینی اور روحانی بصیرت نے حلال، حرام، جائز، ناجائز، پسندیدہ ناپسندیدہ امور اور اشیاء کو تفصیلاً امت کے لئے پیش فرما کر عمل صالح کی راہ نمائی کی ہے۔

فقہاء امت میں سے نعمان بن ثابت المعروف عند الائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ممتاز مقام کے مالک ہیں جن کے درس حدیث سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد وغیرہم جیسے جلیل القدر محدثین بالواسطہ فیضیاب ہوئے اور جن کے درس تفقہ فی الدین سے امام محمد، امام ابویوسف، امام زفر جیسے فقہاء ملت نے حصہ وافر حاصل کیا جن کے دینی اور روحانی کمالات سے اکثر ائمہ سلوک نے خوشہ چینی کی جن کے ذکر و فکر نے جواہر الاشیاء کو محسوس مشاہدہ کیا جن کی اسلامی قانون سازی کا احسان امت کبھی ادا نہیں کر سکتی۔ مگر مقام افسوس ہے کہ :-

امت کے اکثر افراد آج اس محسن کو فراموش کر چکے ہیں یا صرف ایک مجتہد، مستنبط کے حیثیت سے جانتے ہیں۔ حالاں کہ آپ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ اور احسان و سلوک کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔

مقام شکر ہے کہ دور حاضر کے فاضل نوجوان محقق صاحب البیان والبنان مولانا عبدالقیوم حقانی نے ابو حنیفہ اور علماء احناف کے تذکرہ اور ذکر سے عامۃ المسلمین کو شناسا کرنے کے لئے ایک فراموش شدہ موضوع کو زندگی بلکہ تابندگی بخشی ہے اسی خدمت کا ایک شاہ کار آپ کی نئی تالیف

"علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات"

ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کر کے نافع الخلائق بنائے اور مؤلف کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین
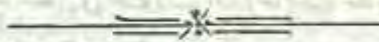
حرفِ آغاز

حَامِداً وَّمُصَلِّیاً!

یہ تو سب کو معلوم ہے اور سب دیکھ رہے ہیں کہ اہل زمانہ اپنے دنیوی کاروبار، تجارت و ملازمت، حصول معاش اور اقتصادی دھندوں میں مشغول اور ہر لحہ مصروف کار رہ کر، علماء اور صلحاء امت کے مجالس خیر و برکت، دینی مدارس کی تعلیم و اشاعت اور اہل علم کے مجالسِ وعظ و نصیحت میں حاضری اور شرکت کا موقعہ کم پاتے ہیں۔ ذوق علم کے فقدان اور سارے دن کے مشاغل اور مصروفیات کی وجہ سے طبعی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے پیش نظر، خالص علمی و تحقیقی تصنیفاف یا مفصل تاریخی تالیفات سے استفادہ، جذبۂ عمل اور توجہ و انابت الی اللہ کی نوبت ہی نہیں آتی۔

سکول کالجز کے طلبہ واساتذہ اور سرکاری دفاتر میں کام کرنیوالے عہدیدار بھی اپنے آزاد ماحول اور رنگین سوسائٹیوں کی جکڑبندیوں، ذوقِ عمل کے فقدان یا کمی کی وجہ سے ذہنی تعیّش، لطف اندوزی، وقت گذارنے، تصوراتی حسن و رعنائی اور محض خیالی لذتوں کے حصول کی خاطر، فحش ناولوں، ڈائجسٹوں اور بعض اوقات صفر، زہریلے اور خطرناک لٹریچر کے گرویدہ اور عادی بن کر انفرادی سطح سے بڑھ کر اجتماعی اور قومی و ملی جرائم کا ارتکاب کرتے اور قوم و ملک کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

مختلف قسم کے آزاد اور جنسی انگیخت سے معمور اور فحاشی و بے حیائی

پر مشتمل لٹریچر کی وجہ سے خدا بیزار نظریات، اشتراکیت، دہریت اور الحاد و زندقہ کو ہاتھیوں کی یلغار کی طرح پھیلایا جا رہا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں منکرات سے نہی اور معروفات کی اشاعت کا کام چیونٹی کی رفتار سے بھی کمزور ہے۔ ادھر خود ہمارے اپنے علمی اور تحقیقی حلقوں، مطالعاتی اور اشاعتی اداروں، تعلیمی اور تربیتی درسگاہوں کے اپنے بنائے ہوئے مخصوص خاکوں اور مقاصد، مخصوص نصاب تعلیم کے درس و تدریس، علمی موشگافیوں، تاریخی افسانوں، اشاعتی مشغلوں اور تدریسی فنکاریوں میں انہماک اور اشتغال کے پیش نظر اصلاحِ قلب، سوزِ دروں، ذوقِ عبادت، خلوص و للّٰہیت، جذب و شوقِ عمل، فکرِ آخرت، تعمیر زندگی، عالی ہمتی، اخلاق کی بلندی، عملی انقلاب اور اصلاحِ احوال جو مقصد تعلیم اور روح شریعت ہے، کی طرف توجہ کم بلکہ کالعدم ہے۔ سلف کے حالات و اخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت، تقویٰ و طہارت، توجہ الی اللّٰہ و انابت، علوم نادرہ اور انقلابی نمونہ عمل جب تک سامنے نہ ہو، اصلاحِ انقلابِ امت، تعمیر زندگی، طہارت و تزکیۂ احوال، شکر و سپاس، بندگی و عبدیت اور قرب و رضائے الٰہی کا صحیح مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

دنیوی مشاغل ہوں یا دینی تعلیم و تدریس ہو، وعظ و تبلیغ ہو، تصنیف و تالیف ہو، تحقیق و مطالعہ ہو، غرض زندگی کے کسی بھی پہلو اور کسی بھی حیثیت سے کوئی عمل کیا جا رہا ہو اگر اس کے ساتھ اللّٰہ کے مقرّب اور نیک بندوں اور ائمہ اُمّت کے مؤثّر واقعات اور سلف صالحین کے علمی و عملی اور روحانی حالات سے واقفیت اور ان کا مطالعہ بھی شامل کر لیا جائے تو قلب میں رقت اور گداز پیدا ہوگا، صحبت صالح کا پرتو پڑے گا، فکر و نظر کو جلا ملے گی، عمل صالح اور خدمت دین کے جذبات و عزائم کی انگیخت ہوگی۔ سچے اور مؤثر واقعات اور علمی و روحانی حکایات سے گوہر مقصود اور سلف صالحین

کے حالات کے مطالعہ سے مقصدِ حیات اور انابت و توجہ الی اللہ حاصل ہو گی۔

کیونکہ ہمارے اسلاف دین کے اصل مزاج، علم و عمل کے ذوق اور قرآن و حدیث کے لب لباب سے آشنا اور بہرہ ور تھے، محض مرویات، علم و مطالعہ، جدلیات، بحث و مناظرہ اور وسعت معلومات سے رقت قلب کا سامان کم اور عجب و پندار کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں سلف کی ایک جماعت نیک اور بزرگ شخصیتوں سے محض ان کے طور طریقے، دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی، علم کے استفادے کے لئے نہیں، اس لئے کہ ان کا طور طریقہ ان کے علم کا اصل پھل تھا۔

اپنے اکابر اساتذہ و مشائخ کے مجالس، درسی افادات، بحث و تقریریں بھی اسی کی اہمیت و ضرورت، نقل حکایات، بیان روایات اور سلف صالحین کے موثر واقعات سے دل و دماغ لذت آشنا تھے ہی، کہ اکابر علماء دیوبند کے تذکروں، سوانحات تقاریر، نجی مجالس اور درسی افادات کے مطالعہ سے اس کی واقعی ضرورت کا احساس ابھرا اور شدید تر ہوتا چلا گیا بالخصوص اپنے مربی و محسن محدث کبیر، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے امالئ حدیث، درسی تقاریر، نجی مجالس اور مواعظ وارشادات[1]

---

[1] حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مجالس اور ارشادات کو احقر کئی سال سے قلم بند کرتا رہا جس کے بعض حصے ماہنامہ "الحق" میں "صحبتے با اہلِ حق" کے عنوان سے قسط وار شائع بھی ہوتے رہے۔ اب جسے احقر نے مستقل ترتیب دے کر ۴۰۰ صفحات میں "صحبتے با اہلِ حق" کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ مضبوط اور گولڈن جلد بندی، عمدہ کتابت، اعلیٰ طباعت، خوش رنگ و دیدہ زیب ٹائیٹل ـــ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

ہے یہ احساسِ ضرورت ایک ناگزیر حقیقت اور اس کی اثر انگیزی گویا پتھر کی لکیر بن گئی۔

اور گذشتہ سال جب احقر کی تصنیف دفاع امام ابو حنیفہ شائع ہوئی تو علمی و دینی حلقوں، مطالعاتی اور تبلیغی تاریخی اور ادبی ذوق رکھنے والے احباب نے اس کے آٹھویں اور نویں باب کو جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تبحر علمی ذہانت و فطانت، نکتہ رسی و دقیقہ سنجی، حسنِ اخلاق، کریم النفسی، مجاہدہ و ریاضت ورع و تقویٰ، توکل و استغنار، تواضع و انکساری، شفقت علی الخلق اور انسانی مروت و ہمدردی کو سچے حکایات اور موثر واقعات کی روشنی میں بیان کئے جانے کی وجہ سے بے حد پسند کیا، دینی و علمی ماہناموں اور ہفت روزوں نے اسے بطور خاص قسطوار شائع کیا۔

مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے شہرۂ آفاق ماہنامہ دارالعلوم ؒ کے مدیر شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی مدظلہ نے دفاع امام ابو حنیفہ پر جنوری ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں تین صفحات کے مفصل تبصرہ و تعارف کے ضمن میں ان دونوں ابواب کی ضرورت و افادیت اور پسندیدگی و اثر انگیزی کا بطور خاص ذکر کیا۔

استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم (مدیر ماہنامہ "الحق" و استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ) طلبۂ دورۂ حدیث کو درس ترمذی کے دوران اس کے مطالعہ و استفادہ کی تاکید فرماتے رہے اور اسے صالح عمل اور روحانی انقلاب کے لئے واقعی ضرورت، روحِ شریعت اور ایک موثر ذریعہ قرار دیا۔

استاذ مکرم مفتی اعظم دارالعلوم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے بھی پسندیدگی، دعائیہ کلمات، توجہ اور روحانی عنایات سے نوازا، مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کی پُر خلوص دعاؤں

حوصلہ افزائیوں اور شفقتوں سے خوب ہمت افزائی ہوتی رہی۔

ادھر اپنے بعض کرم فرما بزرگوں اور اہل قلم دوستوں کی یہ تجویز سامنے آئی اور پھر اس پر شدت سے اصرار بھی ہونے لگا کہ دفاع امام ابوحنیفہ کے ان دونوں ابواب کو علیحدہ ایک رسالہ (جسکی ضخامت پچاس صفحات ہوسکتی تھی) کی صورت میں شائع کردیا جائے تاکہ ارزاں اور آسان ہونے کے پیش نظر نفع عام ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔

احباب کی یہ گراں قدر تجویز مجھے بھی پسند آئی البتہ دفاع کی تصنیف کے دوران ائمہ احناف بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے مشاہیر تلامذہ کے جو موثر حکایات، حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ حالات احقر نے علیحدہ فائل میں محفوظ کرلئے تھے، خیال آیا کہ اگر ان میں سے بھی چند مزید واقعات کا انتخاب کرکے اس رسالہ میں شامل کرکے شائع کردیئے جائیں تو نفع اور بھی زیادہ ہو مگر جب فائل کھولی اور کام شروع کرنا چاہا تو دیکھا کہ ہر واقعہ ایک سے ایک بہتر اور اپنی اپنی حیثیت سے موثر، کسی کو لینا اور کسی کو چھوڑ دینا میرے بس کی بات نہ تھی، اسی تذبذب اور انتخاب میں تردد کے عمل نے سارا کام روک دیا اور مہینوں رکا رہا۔

اور اب کی بار جب شعبان ۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ میں ترجمہ و دورہ تفسیر (جس کے پڑھانے کے لئے دارالعلوم کے دو اساتذہ یعنی مجھے اور برادر محترم مولانا مفتی غلام الرحمن مدظلہ کو مامور کیا گیا ہے) پڑھانے کے دوران ائمہ احناف کے متعلق جمع کردہ حیرت انگیز واقعات بیان کرنے کی تدریسی ضرورت کے پیش نظر مذکورہ فائل کھولی تو سابقہ ذہنی پس منظر میں اور احساسِ ضرورت کے پیش نظر یہ تجویز ذہن میں آئی کہ سردست ہلکے پھلکے سلیس اور بغیر مبالغہ و رنگ آرائی کے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علمی و روحانی حالات، موثر و نادر حکایات، تاریخی

شہ پارے اور حیرت انگیز واقعات پر مشتمل ایک مستقل کتاب تحریر کی جائے، اور دفاع امام ابو حنیفہ کے مذکورہ دونوں ابواب میں امام صاحب کے متعلق بیان کردہ واقعات کو بھی اس کا جزو بنا دیا جائے۔

اس کے بعد حسبِ توفیق اور مواقع فرصت کو ملحوظ رکھ کر امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام زفرؒ اور امام عبد اللہ بن مبارک اور دیگر ائمہ احناف کے متعلق جمع شدہ نادر تاریخی واقعات کو بھی ترتیب دیکر تدریجاً مرحلہ وار شائع کیا جاتا رہے اور یہ خیال مزید پختہ ہوتا رہا۔

اور اب یہ عزم کر لیا ہے کہ اگر فرصت ملتی رہی اور باری تعالیٰ نے توفیق دی اور مطالعہ و تحقیق اور طباعت واشاعت کے اسباب بھی پیدا ہوتے رہے تو ان شاء اللہ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے جلیل القدر تلامذہ اور ان کے شاگرد در شاگرد متقدمین ائمہ احناف سے لیکر زمانۂ حال کے متاخرین علماء احناف اکابر علماء دیو بند شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہٗ تک ہر زمانہ کے ائمہ احناف علماء اور فقہائے حنفیہ کے حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ وفکر انگیز حکایات کی جمع وترتیب کا کام کیا جائے اور اس پورے سلسلے کا نام "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" رکھا جائے۔ السعی منا والاتمام من اللہ۔

ذاتی سرگذشت اور آپ بیتی یا سوانح وتذکرہ کسی کا بھی ہو، دلچسپ ہوتا ہے چہ جائیکہ ایسے بزرگوں کے حالات جو فنائیت کے پتلے تسلیم ورضا کے بندے اور محبت ومحبوبیت کے مجسمے تھے، دل آویزی ان کے حکایات اور واقعات میں نہ ملے گی تو اور کہاں ملے گی۔

انّ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا	البتہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا، رحمٰن ان کو محبت سے نوازیگے۔

(مریم - ۹۶)

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات سے اس بات کا اندازہ بھی ہو سکیگا کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ احناف اور فقہاء اسلام کو کیسی کیسی وھبی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ مکتب حنفیہ میں کیسے کیسے طاقت ور عناصر جمع ہو گئے تھے۔ تربیت و تزکیہ نفس کے شعبہ میں، علمی و فقہی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کے شعبہ میں، اخلاص اور دعوت و تبلیغ کے شعبہ میں نیز فنائیت اور مقصد سے عشق میں ان کا کتنا بلند مقام تھا اور یہ اندازہ لگانا بھی آسان ہو جائیگا کہ مدرسۂ حنفیت نے کیسے کیسے گوہر شب چراغ پیدا کئے اور کیسے کیسے ناتراشیدہ پتھروں کے جوہر کو چمکایا اور ان کی قیمت کہیں سے کہیں پہنچا دی۔ ان متفرق اور منتشر تاریخی شہ پاروں سے واقعات کی مربوط لڑیاں امت کے سامنے آجائیں گی۔ ہم نے جوتے اور اچھوتے انداز میں حنفی تاریخ کے حسین و جمیل رخ زیبا سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، ہماری یہ کوشش انشاء اللہ ایک صاحب یقین جماعت، مجاہد و غازی، متقی و پرہیزگار اور علمی و روحانی اور فقہی و تاریخی اعتبار سے ایک بہترین نسل کی تصویر، اخلاص و للّٰہیت اور سادگی و پرکاری کا وہ صحیح معیار اور دلکش نمونہ ثابت ہوگی جو ہر زمانہ میں مطلوب اور شریعت کا مقصود ہے۔

علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں:

"جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے بعد ائمہ فقہاء کے فضائل پڑھے اور اس کا اہتمام کیا اور ان کی عمدہ سیرت و فضیلت پر مطلع ہوا تو یہ اس کا ایک ستھرا عمل ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی محبت عطا فرما دے۔ امام ثوری فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کے تذکروں کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔"

جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص ۱۹۳

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و احسان اور توفیق و مہربانی سے الحمد للہ کہ اس سلسلہ کی پہلی جلد جو صرف امام اعظم ابو حنیفہ کے حیرت انگیز

واقعات پر مشتمل ہے، ترتیب، کتابت اور طباعت کے مراحل کے بعد منظرِ عام پر آرہی ہے اور اس سلسلہ کی دوسری جلد جو امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے حالات اور ان کے دلچسپ حکایات اور واقعات پر مشتمل ہوگی، کے مسودات کی جمع و ترتیب کا کام بھی جاری ہے۔

واقعات کی جمع و ترتیب میں کسی بھی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا جاسکا، مطالعہ کے دوران جس بات سے تسکین خاطر اور ذوقِ عمل کی انگیخت ہوئی، کیف ما اتفق نوٹ کرلی اور کسی بھی ادنیٰ مناسبت سے ایک باب کے تحت درج کردی۔

بہرِ تسکیں دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقتِ ناز کچھ جنبش ترے ابرو نے کی

جلد اول کو مقدمہ کے علاوہ سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اولین چار ابواب میں امام اعظم ابو حنیفہ کے موثر اور حیرت انگیز واقعات، ایمان آفریں اور انقلاب انگیز حالات و حکایات درج کردیئے ہیں، جن کے ذریعہ انسانی زندگی، اسلامی سیرت و کردار، ظاہری و باطنی کمالات، زہد و قناعت، کسبِ حلال، حزم و احتیاط، سخاوت و ایثار، قیامت کا استحضار، جامعیت، ذوقِ مطالعہ، علمی و تصنیفی اور تدریسی انہماک، مجاہدہ و ریاضت، تقویٰ اور ذوقِ عبادت، اولوالعزمی، فکرمندی و دلسوزی، شوقِ شہادت و عزیمت، رجوع و انابت، اتباعِ شریعت و سنت، تسلیم و رضا، ایمان و احتساب، احسانی کیفیات، خلق خدا پر شفقت، رعایت حقوق، اخلاق و تواضع، حق گوئی و بے باکی، حکمرانوں پر تنقید و احتساب، سعی و عمل اور مخلصانہ جدوجہد کے عملی نمونے سامنے آجاتے ہیں۔ جن کے مطالعے سے قلوب میں رقت، اور ذوقِ عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا احساس ہونے لگتا ہے ہمت میں بلندی، قلب و نظر میں وسعت، وقت کی قیمت اور زندگی کی کوتاہی کا شعور،

عمل نافع اور باقیاتِ صالحات کے ذخیرہ، آرزو اور شوق پیدا ہونے لگتا ہے۔

پانچویں اور چھٹے باب میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ایسے واقعات درج کر دیئے ہیں جن میں امام صاحب کے علم و فضیلت، مطالعہ کی وسعت و جامعیت، تحقیق پسندی و بصیرت، بیدار مغزی و فراست، علمی تبحر، ذہانت و شجاعت، ذکاوت و جودتِ طبع، ذہنی صلاحیت و کمالات، بحث و مناظرہ، طباعی، سریع الفہمی، وسعتِ نظر، اجتہاد و استنباطِ احکام، قوتِ استعداد اور ہمہ پہلو حاوی فقہی و اجتہادی شانِ جامعیت جھلکتی نظر آتی ہے۔ ساتواں باب کتاب کے آخر میں "خوانِ زعفران" کے عنوان سے بطور ضمیمہ شامل ہے اور اس کی وجہ وہاں باب کے شروع میں لکھدی ہے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ و اجتہاد اور مسائل و احکام کے استخراج میں مجتہدانہ مقام اور امامت میں درجۂ متبوعیت کا جو عظیم مقام حاصل کیا، اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ، طبعی ذکاوت اور فطری ذہانت کو بھی تھا جو ایک موہبتِ خداوندی اور نعمتِ خداداد ہے۔ ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو حافظہ اور قوتِ استحضار عطا فرمائی تھی، اسی کی مدد سے انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، علم کلام، تاریخ و سیر، اثار، علم رجال، لغت و نحو کے اس تمام ذخیرہ پر عبور حاصل کر لیا جو اس وقت ماخذ اور مواد کی صورت میں موجود تھا۔ پھر انہوں نے اپنی عملی زندگی میں بحث و تحقیق، استنباط و استخراجِ مسائل، تدوینِ فقہ، ترتیبِ شرائع، تفریعات اور بحث و مناظرہ میں اس سے ہر طرح مدد لی جیسا کہ ایک تجربہ کار جنگ آزما اپنے ترکش کے ذخیرہ سے مدد لیتا ہے۔

معاصرین کے علاوہ مخالفین بھی ان کے حافظہ کی غیر معمولی قوتِ استحضار اور نمایاں ذکاوت و ذہانت کے مداح اور معترف ہیں، اس پر معاصرین، متقدمین اور متاخرین سب کا اتفاق ہے۔ امام ابو حنیفہ نہایت ہی قوی الحفظ، سریع الفہم اور ذکی د

ذہین تھے۔ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ الحدیث اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاذ تھے، ان کا حافظہ کبھی بھی ان سے بے وفائی اور خیانت نہیں کرتا تھا۔ (اقتباس از دفاع امام ابوحنیفہؒ)

بہرحال تاریخی اور علمی لحاظ سے حیرت انگیز واقعات کے مضامین کی سادگی واہمیت اور واقعی افادیت کے پیش نظر یہ سلسلۂ تالیف ان شاء اللہ اس عہد پرفتن اور دورِ انقلاب میں موضوع اور مقصد کے لحاظ سے مفید، ہمت آفریں، فکر انگیز، مزید مطالعہ وتحقیق کے لئے محرک، عمل صالح اور دینی مساعی وجدوجہد کے لئے شوق انگیز ثابت ہوگا۔ میرے نزدیک ایمان ویقین، عشق ومحبت، درد وسوز، جذبۂ اتباع سنت عزیمت وعلوِ ہمت، ذوقِ دعوت وتبلیغ، اصلاحِ اعمال واخلاق اور صحیح علوم اور دینی حکم ومعارف ان بزرگوں کا اصل جوہر اور ان کی سوانح وافکار کا اصل پیغام ہے۔

میں نے ان واقعات کے جمع وترتیب اور انتخاب وتحریر میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں دیگر مشاغل اور مصروفیات کے پیش نظر اگرچہ بہت عجلت سے کام لیا ہے یقیناً اس میں نقائص بھی ہوں گے اور خامیاں بھی۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ کوشش جدید اسلامی کتب خانہ کے خلا کو پُر کرے گی اور اس سے ان اہل ذوق اور مخلص طلبہ کی تشنگی کسی حد تک دور ہو جائے گی جو حنفی تاریخ کے اس تابناک باب کے مطالعہ واستفادہ کی طلب اور عملاً اس راہ پر چلنے کی تڑپ رکھتے ہیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نیک اور صالح انقلاب دینی وعلمی مطالعات اور روحانی انقلاب کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں، جو زمانۂ جدید کی ہوا اور فضا میں ڈھلنے کے بجائے اہل زمانہ کو اسلافِ امت کی ڈگر پر لانے کے خواہشمند ہیں جو میدان زیست میں مردانگی وشجاعت اور جہاد وعزیمت کے حوصلے رکھتے ہیں جو اپنے فکر ومطالعہ، قول وفعل کی یک رنگی اور کردار وعمل سے ہوا کے رخ میں بہنے

والوں کو ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ؎

نازکیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں۔

اس مجموعۂ واقعات کی جمع و ترتیب کا کام بفضل اللہ چالیس روز میں مکمل ہوا مگر مجھے یہاں دارالعلوم کے مشاغل اور کثیرالنوع معروفیات کی وجہ سے رمضان المبارک کے تعطیلات کے باوجود بھی کبھی دو گھنٹے اس کام کے لئے سکون و فراغ سے میسر نہ آسکے۔ جسطرح بھی بن پڑا، کچھ وقت بچا بچا کر کام جاری رکھا۔ عدیم الفرصتی اور پھر تعجیل اور روا روی میں لغزش اور قصور جو فطرتِ بشری کا لازمہ ہے، سے کب بچا جاسکتا ہے تاہم دارالعلوم کے بعض اکابر اساتذہ بالخصوص اپنے فاضل دوست محترم حضرت مولانا سیف اللہ حقانیؒ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے تمام مسودات کو حرفاً حرفاً پڑھا، ان کے نقاد اور منطقی مزاج نے تحلیلاتی اعتراضات اور بدرجہ وہم ممکنہ اشکالات تک کو ابھارا اور اب نظرِ ثانی کے وقت اس کا ازالہ کردیا گیا، جس پر احقر ان کا بے حد شکر گذار اور ممنون ہے۔

پھر بھی اسے حرفِ آخر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ قارئین کے مفید مشوروں اور گراں قدر آراء اور تعمیری تنقید کو بھی بصد شکریہ ترجیح دی جائیگی۔

اگر "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کا یہ سلسلہ اللہ کریم نے تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی تو اس سے اس بات کی دلیل بھی مہیا ہو جائیگی کہ اُمت میں ہر دور کی طرح آج بھی ہر میدان کے لئے مردانِ کار پیدا کرنیکی پوری صلاحیت موجود ہے ہاں اس کا سرسبز و سدا بہار درخت برابر پھلدار اور اس کا خزانہ ہمیشہ معمور ہے ؎

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

اصل کتاب کے مطالعہ سے قبل ناظرین سے ایک گذارش یہ بھی ہے کہ ہمارے اس سلسلۂ تالیف کے زیادہ تر اجزاء کا مدار تاریخی روایات پر ہے اور تاریخی روایات کلیۃً علمی روایت کے برابر موثق اور معتبر نہیں ہوتیں —— نیز تاریخی شخصیتوں کے ساتھ عقیدت اور عداوت کے دونوں پہلو بھی برابر چلتے رہتے ہیں، اس لئے بسا اوقات اصل حقیقت بھی واقعات میں مستور ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ہماری اس تالیف میں بھی اگر کوئی روایت یا واقعہ جادۂ شریعت سے الگ ملے (گو احقر نے حتی الامکان ایسے واقعات کے نقل کرنے سے احتراز کیا ہے اور اگر کہیں نقل بھی ہو گئے تو نظر ثانی کے وقت حذف کر دیا ہے) تو ہر حال میں فکر و نظر اتباعِ شریعت و سنت اور علم و تقوی محفوظ رکھنا چاہیئے، نہ شوقِ اتباع میں اس پر عمل جائز ہے اور نہ اس کی وجہ سے صاحبِ واقعہ سے بدگمانی جائز ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

عبد القیوم حقانی
رفیق موتمر المصنفین و استاذ دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان
۱۵ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ
بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۸۷ء

عِلم الفقہ فقہائے اسلام اور فقہ حنفیہ

تشریح و تعارف، فضیلت، جامعیت اور ہمہ گیری و آفاقیت

فقہ کا لغوی معنیٰ "الوقوف و الاطلاع" یعنی واقف ہونا اور اطلاع پانا ہے اور شریعت میں

الوقوف الخاص و هو الوقوف على معانى النصوص و اشاراتها و دلالاتها و مضمراتها و مقتضياتها۔[1]	خاص قسم کی واقفیت کا نام "فقہ" ہے۔ یعنی نصوص کے شرعی معانی سے، اور ان کے اشاروں سے جن چیزوں پر وہ دلالت کرتے ہوں ان سے، اور ان کے مضمرات سے اور جو کچھ ان کا اقتضاء ہو۔
والفقيه اسم للواقف	اور جو شخص ان امور سے واقف ہو

---

[1] مقدمہ بحرائق

علیہ [1] اس کا نام فقیہ ہے۔

موجودہ مروّج اصطلاحی تعریف سے قطع نظر ہم یہاں امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہ کے بارے میں قدیم جامع تعریف نقل کر دیتے ہیں۔

عرّفه الامام بانه معرفة النفس مالها وما عليها [2] | آدمی کا یہ جاننا، کہ کن کن چیزوں سے اسے نفع پہنچ سکتا ہے اور کن کن چیزوں سے ضرر، امام ابو حنیفہ نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے۔

ابو حنیفہ کی فقہ کی یہ تعریف درحقیقت "الدین" ہی کی جامع اور جچی تلی تعریف ہے جہاں تک خواص کی نظر بھی بمشکل پہنچ سکی ہے۔

لفظ فقیہہ، صاحب بصیرت، اور یکتائے روزگار کے لئے بولا جاتا ہے۔ وقت کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوتا جسے فقیہہ نہ سلجھا سکے اور اسلامی حکومت کا کوئی منصب ایسا نہیں جسے فقیہہ اعزاز نہ بخشے، فقیہہ، رخ حقیقت سے نقاب اٹھانے والے پاکیزہ انسان کو کہتے ہیں جس میں وحی اور نبوت کے معلومات سے صحیح نتائج پیدا کرنے کا سلیقہ ہو جو سنتے اور پیش آمدہ پیچیدہ مسائل میں امت کو تفریق و انتشار، خانہ جنگی اور باہمی منافرت سے بچا کر وحدت امت، اتحاد ملّت کی راہ پر ڈلنے والا اور سخت سے سخت حالات میں بھی جادہ حق پر مستقیم اور اعلاء کلمۃ اللہ کا داعی ہو۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے ان کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نبی کا وارث قرار دیا۔ اور اہل اسلام کو ان کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا۔

اولی الامر سے مراد فقہا اسلام ہیں	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا

---

[1] مقدمہ بحرالرائق [2] بحرالرائق ج۱ ص۶

اللّٰہ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء ۵۹)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں جو امر والے ہوں۔

حافظ ابن قیم قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
اس آیت کی رو سے فقہا اور مجتہدین کی اطاعت فرض ہے اور اس آیت میں عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، حسن بصری، ابوالعالیہ، عطا بن ابی رباح، ضحاک اور مجاہد کے خیال میں "اولی الامر" سے حکام نہیں بلکہ فقہائے اسلام مراد ہیں[1]

تبلیغ دین کے دو طریقے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ دین دو طرح کی ہے۔

(ا) الفاظ نبوت کی تبلیغ (ب) معانی کی تبلیغ و تشریح

پہلا فریضہ انجام دینے والوں کو محدثین اور تبلیغ کی دوسری نوع کا اہتمام کرنے والوں کو فقہاء کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر پہلی جماعت کو اصحاب روایت اور دوسری جماعت کو اصحاب درایت کہتے ہیں۔ قرآن کی مذکورہ آیت میں اولی الامر سے مراد یہی طبقہ فقہاء یعنی اصحاب درایت ہیں۔

فقہاء کا مقام و اطاعت حافظ ابن القیم نے اسی بحث کے دوران یہ بھی لکھا ہے کہ

"دوسری قسم ان فقہاء اسلام کی ہے جن کو مسائل کے نکالنے کی نعمت ارزانی ہوئی جو حلال و حرام کے ضابطے بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان فقہاء

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲

کا مقام زمین میں ایسا ہے جیسے ستارے آسمان میں، ان کے ذریعے ہی تاریکیوں میں سرگرداں راستہ معلوم کرتے ہیں، لوگوں کو کھانے اور پینے سے زیادہ ان کی ضرورت ہے اور از روئے قرآن ان کی اطاعت والدین سے بڑھ کر ہے۔" [1]

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

" تو جان لے کہ حدیث میں بڑی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں کبھی تو ان کی روایت و نقل میں اور کبھی ان کے معانی کے کشف میں یہ دقائق و آفات ہوتے ہیں" [2]

لفظ فقہ کی تشریح اور علم کی دو قسمیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (توبہ ۱۲۲)	اور مومنوں کو یہ مناسب نہ تھا کہ وہ سب کوچ کر لیتے پھر کیوں نہ چل پڑے ہر فرقے سے ایک گروہ "الدین" میں تفقہ اور سمجھ پیدا کرنے کیلئے تاکہ خبردار کریں اپنی قوم کو جب پلٹ کر آئیں ان کے پاس شاید کہ وہ نافرمانیوں سے بچیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ یہاں فقہ سے احکام دین کی معرفت مراد ہے جو فرض عین اور فرض کفایہ پر منقسم ہے۔ مسائل طہارت اور صلوٰۃ و صوم کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے جن کی معرفت ہر مکلف پر لازم ہے اور معرفت مسائل میں درجہ افتاء و اجتہاد تک پہنچنا فرض کفایہ ہے۔ اگر شہر کے تمام لوگ اس علم سے قاصر

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۸

[2] مقام ابی حنیفہ بحوالہ دفع شبہ التشبیہ

رہے تو سب گنہ گار ہوں گے اور اگر ہر شہر میں ایک ایک آدمی بھی فرض کفایہ کی نوع علم کی تحصیل کرلے تو باقی لوگوں سے فرض ساقط ہوجاتا ہے۔

حکمت سے مراد علم فقہ ہے | سورۂ بقرہ میں ہے

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرہ ۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ حکمت سے قرآن وحدیث اور علم فقہ مراد ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ حکمت بمعنی علم وفہم کے ہے اور یہ بعینہٖ لفظ فقہ کا ترجمہ ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ حکمت سے علمِ قرآن، علم حدیث اور علم نافع موصل الی رضا ءاللہ مراد ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فقہ اسلامی کے گویا سب سے پہلے معلم ہیں۔

اللہ کے انتخاب وعنایت کی علامت | یعلمھم الکتاب والحکمۃ (بقرہ ۱۲۹)

(پیغمبر مسلمان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں)

جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوھریرہ رضؓ سے روایت ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین [1] — جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں، اس کو علم دین کی سمجھ بوجھ، فقہ اور علم وفہم عطا فرما دیتے ہیں۔

مجلس ذکر پہ درسگاہِ فقہ کو ترجیح | سنن دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بمجلسین فی مسجدہٖ فقال کلاھما — کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی مسجد کی دو مجالس پر گذر ہوا، فرمایا

---

[1] بخاری ج۱ ص۱۶

علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھٰؤلاء فیدعون اللّٰہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھٰؤلاء فیتعلمون الفقہ او العلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما فجلس فیھم [1]

دونوں نیکی پر ہیں لیکن ایک دوسری سے افضل ہے جو جماعت دعا اور ذکر و مراقبہ میں مشغول ہے یہ اللہ کو پکارتے اور اس کی رحمت میں رغبت کرتے ہیں، اگر اللہ چاہیں تو ان کو نوازیں اور چاہیں تو محروم کردیں مگر یہ دوسری جماعت جو فقہ و علم کی تحصیل میں معروف ہیں اور جاہل کو مسائل و احکام سکھلاتے ہیں، یہ افضل ہیں اور میں بھی معلّم بناکر بھیجا گیا ہوں، یہ فرماکر اس جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عالم فقیہہ اور زاہد مرتاض | ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ دونوں کا عمل جدا جدا تھا، ایک ان میں عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ جاتا اور لوگوں کو تعلیم مسائل اور احکام اسلام سکھلانے میں برابر مشغول رہتا۔

دوسرے شخص کا عمل یہ تھا کہ وہ دن بھر روزے رکھتا اور تمام رات بیدار رہکر معروفِ عبادت رہتا۔ دونوں میں افضل کون ہے؟

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

فضل ھذا العالم الذی یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد

اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو علم و مسائل اور

---

[1] مسند دارمی صـ۳۴

الذی یسوم النہار ویقوم اللیل کفضلی علی ادناکم [1]

احکام شریعت کی تعلیم دیتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ اور تمام رات عبادت کرتا ہے، ایسی ہے جیسی کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔

ایک فقیہ اور ہزار عابد

جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے،

فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد [2]

ایک فقیہ، شیطان پر، ہزار عابد سے سخت تر ہے

فقہاء اور علماء کے لئے نبی ؐ کی دعا

جامع ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابن مسعودؓ سے اور دارمی و ابن ماجہ میں جبیر بن مطعم سے حضورؐ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا الی من لم یسمعھا فرب حامل فقیہ لا فقہ لہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ [3]

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے، جس نے میری حدیث کو سنا، حفظ کر لیا اور اسی طرح (بغیر تغیر الفاظ) کے پہنچایا کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقہ کا بار اٹھانے والا خود فقیہ نہیں ہوتا اور یہ بھی

---

[1] مسند دارمی ص ۵۳

[2] جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۷

[3] دارمی ج ۱ ص ۷۵ و ابن ماجہ ص ۲۱

ہوتا ہے کہ فقہ کا بار اٹھانے والا اسے
ایسے آدمی تک پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ
سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔

جب محدث جو صرف روایت پہنچاتا ہے، اس کے لئے زبان رسالت سے سرسبزی و شادابی کی دعائیں ہو رہی ہیں تو فقیہہ جو نہ صرف یہ کہ حدیث کی حفاظت کرتا ہے بلکہ اس سے مسائل کا استنباط کر کے روح دین کی حفاظت و اشاعت اور ترویج کرتا ہے، اس کے لئے کیا کچھ رتبہ و مقام اور عند اللہ درجہ و منزلت ہوگی، بقول امام اعمش کے، محدث کی مثال دوا فروش کی ہے اور فقیہہ بمنزلہ طبیب کے ہے۔

علماء میں بہتر کون؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ [1]

بہترین آدمی وہ ہے جو علم دین کا فقیہہ ہے اگر اس کے پاس بطور احتیاج کے تحصیل علم کیا جائے تو نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ بھی اپنے کو بے پرواہ رکھتا ہے یعنی ایسا کام نہیں کرتا جس سے علم دین کی توہین ہو۔

علم فقہ دین کا ستون ہے دار قطنی اور بیہقی میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما عبد اللہ تعالی بشیء افضل

یعنی اللہ تعالی کی فقاہت فی الدین سے

---

[1] حدائق الحنفیہ مقدمہ

من فقه في الدين ولكل شئ عماد وعماد هذا الدين الفقه [1]

بہتر دوسری کسی بھی طریقہ سے اچھی عبادت نہیں کی جاتی۔ ہر چیز کیلئے ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔

علم فقہ میں اشتغال کے برکات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من تفقه في دين الله عز وجل كفاه الله تعالى ما اهمه ورزقه من حيث لا يحتسب [2]

جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں فقاہت حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد کی کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی طرف سے رزق دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

عبادات میں بہتر فقہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

خير دينكم اليسره وخير العبادة الفقه

بہتر دین تمہارا وہ ہے جو آسان تر ہے اور عبادات میں بہتر فقہ ہے۔

طبرانی میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے

وقليل الفقه خير من كثير العبادة [3]

تھوڑی فقہ کثیر عبادت سے بہتر ہے۔

امراء اور فقہاء نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد ہے

صنفان من امتي اذا صلحوا صلح الناس واذا فسدوا

میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جب وہ درست ہوتے ہیں تو عام

---

[1] دارقطنی وبیہقی [2] جامع بیان العلم

[3] حدائق الحنفیہ

فسد الناس، الامراء والفقہاء[1] — لوگ بھی درست ہوتے ہیں جب وہ فاسد ہوتے ہیں تو عام لوگ بھی فاسد ہو جاتے ہیں۔ ایک امراء اور دوسرا طبقہ فقہاء

امام محمد کی مخلصانہ نصیحت

تفقہ فان الفقہ افضل قائد — الی البر والتقویٰ واعدل قاصد

علم فقہ حاصل کر کیونکہ علم فقہ نیکی اور پرہیزگاری کی طرف بہتر داعی ہے اور مقصد کی جانب قریب کرنے میں معتدل ہے۔

وکن مستفیداً کل یوم زیادۃ — من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد

اور روزانہ تحصیل فقہ واستفادہ میں اضافہ کرنے والا بن جا اور فقہی فوائد کے دریاؤں میں تیرا کر۔

فان فقیہا واحداً متورعاً — اشد علی الشیطان من الف عابد

کیونکہ ایک فقیہ متقی و پرہیزگار، شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے[2]

فقہی کمال، قابل صد افتخار اور فقہ کی فضیلت پر اشعار

دُرِ مختار میں ہے

اذا ما اعتز ذو علم بعلم — فعلم الفقہ اولی باعتزاز

فکم طیب یفوح ولا کمسک — وکم طیر یطیر ولا کباز[3]

اگر کوئی صاحب علم، کسی علم کے سبب فخر کرے تو علم فقہ افتخار و اعزاز کے لئے اولیٰ اور مقدم ہے، خوشبوئیں تو بہت سی مہکتی ہیں مگر کستوری کی مثال کوئی

---

[1] حدائق الحنفیہ مقدمہ

[2] در مختار ص ۳ — [3] در مختار ج ۱ ص ۳

نوبہن پرندے تو بہت اڑتے ہیں مگر باز کی طرح کا کوئی نہیں (یعنی علم فقہ دیگر علوم سے اس طرح افضل ہے جیسے کستوری کو دوسری خوشبوؤں پر برتری حاصل ہے اور جسطرح باز کو دوسرے پرندوں پر فضیلت حاصل ہے)

علم فقہ اور فقہاء و مجتہدین کی ضرورت و اہمیت اور فضیلت کے سلسلہ میں یہ مختصر تحریر قارئین نے ملاحظہ فرمائی، اس سے ان اصحاب کی عظمت و رفعت اور رتبہ و مقام کا اندازہ ہو جاتا ہے جو شب و روز علم و فقہ کی تحصیل و اشاعت اور اجتہاد و استنباط مسائل میں مشغول رہتے ہیں اور اصطلاحاً ان کو فقہاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس طبقہ فقہاء میں ائمہ احناف کو اللہ پاک نے فضل و تقدم، جامعیت آفاقیت اور فقہی تعبیرات و تشریحات میں پیشروی کا مقام بخشا ہے جس کو خوب تفصیل سے احقر نے دفاع امام ابو حنیفہ میں لکھ دیا ہے، یہاں اس کے تکرار کی ضرورت نہیں البتہ اس کی بعض جھلکیاں اس کتاب میں جگہ جگہ قارئین ملاحظہ کریں گے، تاہم یہاں اختصار کے پیش نظر فقہاء کی ائمہ احناف کے متعلق ایک دلچسپ تشریحی تمثیل در مختار سے نقل کر دی جاتی ہے۔

ائمہ احناف کے فقہی خدمات ایک دلچسپ تمثیل و تشریح

وقد قالوا الفقه زرعه عبد الله بن مسعود رضي الله عنه وسقاه علقمة وحصده ابراهيم النخعي وداسه حماد وطحنه ابو حنيفة وعجنه ابو يوسف وخبزه محمد وسائر الناس ياكلون [1]

فقہاء کہتے ہیں کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بویا، حضرت علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا (یعنی بھوسے سے اناج جدا

[1] - در مختار ج ۱ ص ۴۴

کیا) امام ابو حنیفہ نے اس کو پیسا، امام ابو یوسف نے اس کو گوندھا، امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح اس کی یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اجتہاد و استنباطِ احکام کے طریقہ کو فروغ بخشا اور حضرت علقمہ نے اس کی تائید و ترویج کی، ابراہیم نخعی نے اس کے فوائد متفرقہ جمع کئے اور علم فقہ کی تدریجی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ، سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ نے کمال تک پہنچا کر باقاعدہ اس کی تدوین کی، ابواب میں مرتب کیا اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کی پیروی کی، امام محمد نے آپ کی روایات، اجتہادات اور مسائل کو جمع کر کے فروع کی تنقیح کی اور آپ کے مرجوعات کو بیان کیا اور فقہ کو اصول، فروعات اور جزئیات کے ساتھ مدون کیا، عظیم تصنیفات لکھ کر امت محمدیہ کے حضور پیش کیں (جس کی تفصیل باب پنجم میں لکھی گئی ہیں) اور آج عالم ان سے مستفید ہو رہا ہے۔

فقہ حنفی کی آفاقیت و جامعیت

مشہور شافعی محقق امام شعرانی فرماتے ہیں

ومذهب (الامام ابی حنیفه) اول المذاهب تدوينا واخرها انقراضا كما قاله بعض اهل الكشف قد اختاره الله تعالى اماما لدينه وعباده ولم تزل اتباعه فى زيادة فى كل عصر الى يوم القيامة[1]

"تمام مذاہب اور فقہی مکاتب خیال میں مدون ہونے کے لحاظ سے پہلا مذہب امام ابو حنیفہ ہی کا ہے اور ختم ہونے کے لحاظ سے بھی آخری مذہب امام ابو حنیفہ ہی کا ہے جیسا کہ بعض اربابِ کشف نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ کو اپنے دین کی پیشوائی کے لئے چن لیا اور اپنے بندوں کا انہیں امام بنایا۔ ان کے ماننے

[1] میزان ج ۱ ص ۶۹

والے برزخ میں بٹ جائیں گے،
قیامت کے دن تک۔

امیر شکیب ارسلان کا جائزہ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ آج مسلمانوں کی اکثریت غالبہ میں صرف اور صرف چار مسلکوں کا رواج باقی رہ گیا ہے، اور ان میں بھی واقعہ یہ ہے کہ حنابلہ کی تعداد نہایت اقلیت میں ہے اور یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اب اسلامی دنیا زیادہ تر حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ پر مشتمل ہے اور ان میں جو عددی نسبت ہے، اس کا اندازہ ذیل کی رپورٹوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

امیر شکیب ارسلان مرحوم نے اپنی کتاب حسن المساعی کے حاشیہ پر لکھا ہے

"مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہ کی پیرو ہے یعنی سارے ترک اور بلقان، روس کے مسلمان، افغانستان کے مسلمان، ہندوستان کے، چین کے، عرب کے اکثر مسلمان جو شام اور عراق میں رہتے ہیں، فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں اور سوریہ (شام) حجاز، یمن، حبشہ اور جاوہ کے سارے علاقے، کردستان والے امام شافعی کے مقلد ہیں اور مغرب کے مسلمان اور مغربی اور وسط افریقہ کے مسلمان اور مصر میں کچھ لوگ امام دارالہجرہ امام مالک کے مقلد ہیں، نجد والے اور بعض شام کے باشندے جیسے نابلس اور دومہ والے امام احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں۔"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا جائزہ عظمت ابوحنیفہ اور فقہ حنفی کی شان قبولیت، آفاقیت اور قبولیت عامہ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ

آج سے کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر ایک جائزہ لیا گیا تھا اور اس غرض سے لیا گیا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتب فکر زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مختصر لیڈن سنہ ۱۹۱۱ء کے مطابق دنیا بھر میں ذیل کے مکتب فکر کی تعداد

تقریباً تیس لاکھ (۳۰,۰۰,۰۰۰)

اثنا عشریہ تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ (۱,۳۷,۰۰,۰۰۰)

اور اہل السنّت والجماعت میں سے

امام احمد کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (۳۰,۰۰,۰۰۰)

امام مالک کے مقلدین تقریباً چار کروڑ (۴,۰۰,۰۰,۰۰۰)

امام شافعی کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ (۱۰,۰۰,۰۰,۰۰۰)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلدین اور

فقہ حنفی کے پیروکار تقریباً چونتیس کروڑ (۳۴,۰۰,۰۰,۰۰۰)

سے زائد پائے گئے۔ گویا عالم اسلام کا سواد اعظم امام ابو حنیفہ کی تحقیقات پر اعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

بہرحال عالم اسلام سے قطع نظر اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لیں تو یہاں ۹۵ فی صد شہری امام اعظم ابو حنیفہ کے پیروکار ہیں۔ جس ملک میں جس مسلک کا عمومی رواج ہو اور مسائل کے متعلق جن لوگوں کی اکثریت ہو وہاں اسی مسلک کی اتباع کی جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

علیکم بالسواد الاعظم [1] — بڑی اکثریت کی پیروی کرو

من شذ شذ فی النار [2] — جس نے عام مسلمانوں سے الگ ہو کر راہ بنائی وہ جہنم میں گرا۔

کی تعمیل سے سرفراز ہوں اور جس شذوذ (جہنم میں پڑنے) کی اس میں دھمکی دی گئی ہے اس سے بھی مامون ہو جائیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے (جیسا کہ

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الفتن [2] ترمذی ابواب الفتن

بعض نادانوں کا اصرار ہے) کہ ضرورۃً بھی آدمی اپنے ملک کے عام مسلک سے کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی تجاوز نہیں کر سکتا مگر یاد رہے احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ

لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس به [1]

اگر ضرورت کے وقت امام مالک (یہ نام یہاں بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ مقصود یہی ہے کہ چاروں مجتہدوں کی فقہ سے حل مسئلہ کیا جا سکتا ہے) کے قول کے مطابق (کوئی حنفی عالم) فتویٰ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں)

---

[1] فتح المعین شامی وغیرہ کتاب المفقود

باب ۱

مختصر سوانح، تعلیم و تربیت، مجاہدہ و ریاضت
تقویٰ، ذوقِ عبادت اور جذبۂ اتباعِ سنّت

مختصر حالاتِ زندگی امام اعظم ابو حنیفہ کا نام نعمان، والد کا نام ثابت، کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ نسلاً عجمی ہیں اور اہل فارس سے ہیں۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مرکز علم کوفہ آپ کا مولد و مسکن ہے۔ ۲۰ سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم ادب، علم انساب اور علم کلام کی تحصیل کے بعد علم فقہ کی تحصیل کی غرض سے فقیہِ وقت امام حماد کے حلقۂ درس میں شریک ہو گئے۔ امام حماد آپ کے خاص الخاص مربی و استاذ تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور جب درس و تدریس اور افادہ کا سلسلہ شروع کیا تو طالبانِ علوم نبوت کا آپ کے حلقہ درس میں زبردست ازدحام ہوا۔ علامہ کردری نے آٹھ سو فقہاء و محدثین اور صوفیاء و مشائخ کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ فقہ و دستورِ اسلامی کی تدوین اور تشکیل نو کے لئے ۴۰ فقہاء کی ایک قانونی کونسل مقرر کی جس نے طویل مدت میں فقہ حنفیہ کی صورت میں اسلام کی قانونی و دستوری جامعیت کی لاجواب

شہادت مہیا کی اور اس مدت میں جو مسائل مدون ہوئے ان کی تعداد بارہ لاکھ اور ستر ہزار سے زائد ہے۔ آپ کی تابعیت پر اجماع ہے اور صحابہؓ سے نقل روایت بھی ثابت ہے، سیاسی عظمت و بصیرت ظالم سلاطین سے مقابلہ و حق گوئی، خالص اسلامی اور شرعی سیاست علی منہاج نبوت اور فقہ حنفیہ کی ترویج و اشاعت اور بطور ایک جامع نظام کے نفاذ و اپنائیت آپ کا ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ میں ڈھونڈے بھی نہیں ملتی۔[1]

امام شعبی کی نظر انتخاب اور قابلیت کا جوہر

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہؒ کسی کام سے بازار جا رہے تھے کہ کوفہ کے ایک مشہور امام حضرت شعبیؒ سے

---

[1] امام اعظم کی سوانح کا یہ اجمالی خاکہ احقر نے اپنی تالیف دفاع امام ابوحنیفہؒ سے ملخصاً نقل کیا ہے جو ۴۰۰ صفحات اور ۱۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں تفصیل سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظمت شان، علو نسب، تصریحاً تابعیت، معجزہ نبوت، درس و افادہ اور درسگاہ کی وسعت، محدثانہ جلالت قدر، اتہامات و اعتراضات کی نامعقولیت، بے داغ سیرت، فقیہانہ کردار، حنفی مسلک کی ترجیح و صداقت، حنفیت کی حقیقت، فقہ و قانون کی تدوین اور طریق کار، فقہ کی تدوین یعنی دستوری کمیٹی، امام ابوحنیفہؒ کا علمی تبحر، بحث و مناظرے، وصایا اور نصائح، مرتبہ حدیث دانی، حجیت اجماع و قیاس، اس کا حدیث سے تلازم اور اس کی شرعی و آئینی حیثیت، ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست، حنفی اور فقہی اور خالص شرعی سیاست کے خدوخال، ائمہ احناف کی سیرت و سوانح کے چند حیرت انگیز پہلو، تقلید کی ضرورت و اہمیت، نظریہ نیم تقلید اور بے جا توسع کی مذمت اور اس نوع کے مختلف اور جدید و قدیم عنوانات پر سیر حاصل مباحث آ گئے ہیں۔

شائقین مزید تفصیلات و مباحث دفاع امام ابوحنیفہؒ میں ملاحظہ فرمائیں جو مؤتمر المصنفین (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور) سے حال ہی میں شائع ہو چکی ہے۔

ملاقات ہوگئی کہ ان کا مکان راہ میں پڑتا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شکل و وجاہت دیکھ کر انہوں نے خیال کیا کہ یہ نوجوان کوئی طالب علم ہے اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا، اے نوجوان کہاں جارہے ہو، امام ابوحنیفہؒ نے کسی تاجر کا نام لے کر کہا کہ فلاں صاحب کے پاس جارہا ہوں۔ امام شعبی نے کہا کہ میرا مقصد یہ نہ تھا بلکہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم پڑھتے کس سے ہو؟ ابوحنیفہؒ کو اس سوال سے دل میں کڑھن اور شرمندگی ہوئی اور جواب میں کہا کہ کسی سے بھی نہیں پڑھتا۔ امام شعبی نے یہ سن کر کہا کہ

"تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو کہ مجھ کو تمہارے اندر قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں"[1]

خود امام ابوحنیفہؒ کی روایت ہے کہ امام شعبی کی بات میرے دل کے اندر گھر کر گئی اور بازار چھوڑ کر بس علم ہی کا ہو رہا۔[2]

ایک عورت تحصیل علم فقہ کا ذریعہ بن گئی

اوائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ علم کلام کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ رگوں میں ایرانی خون اور طبیعت میں قوت اور جدت تھی۔ قدرتی ذہانت کا حصہ وافر آپ کو ملا تھا لہذا علم کلام میں ایسا کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن بحث کرنے میں امام صاحب سے جی چراتے تھے۔[3]

چنانچہ اس زمانہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ کسی عورت نے امام صاحب کی دکان پر حاضر ہو کر طلاق یا حیض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا، مگر امام صاحب نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے امام حماد کی درسگاہ کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی عورت کو یہ

---

[1] عقود الجمان باب سادس صفحہ ۱۶۰ [2] مناقب للموفق صفحہ ۵۹ [3] اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مناظرے، کمالات اور بعد میں رجحانات میں تبدیلی کی مفصل بحث دفاع امام ابوحنیفہ میں احقر نے تفصیل سے درج کردی ہے اور اس کی بعض جھلکیاں کتاب ہذا کے باب ۵ و ۶ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

بھی تاکید کر دی کہ امام حماد جو جواب دیں اس سے مجھے بھی آگاہ کرنا چنانچہ اس عورت نے جب واپسی پر جواب سنایا تو اس سے امام صاحب کو بے حد ندامت ہوئی۔ اور بس اسی وقت سے علم فقہ سیکھنے کا عزم کر لیا اور امام حماد کے حلقہ درس میں پابندی سے حاضری شروع کر دی تا آنکہ امام حماد کے جانشین قرار پائے لہ (مناقب موفق ص ۵۵)

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے :۔

لہ تاریخ ابو حنیفہ ۔ البتہ عقود الجمان ص ۱۶۲ میں خود امام صاحب کی زبان سے یہ روایت یوں منقول ہے کہ ہم امام حماد کے حلقہ درس کے قریب بیٹھا کرتے تھے کہ اتفاق سے ایک روز کوئی عورت میرے پاس آئی اور مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا ، کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق سنت دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ کیا کرے ؟ مگر مجھے معلوم نہ تھا ۔ کہ میں اسے کیا جواب دوں ۔ بغیر سکوت کے اور جواب ہی کیا ہو سکتا تھا ۔ البتہ عورت سے یہ کہہ دیا کہ سامنے والے حلقہ درس میں چلی جا اور وہاں حضرت حماد سے مسئلہ دریافت کرلے ، وہ جو جواب دیں اس سے بعد میں مجھے بھی آگاہ کر دے ۔ عورت حضرت حماد سے مسئلہ دریافت کر کے واپس ہوئی اور مجھے بتایا کہ حضرت حماد نے طلاق سنت کا طریقہ یہ بتایا کہ مرد عورت کو اس طہر کی حالت میں طلاق دے جو جماع سے خالی ہو ۔ پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ عدت گزارے ، جب عدت گزر جائے تب دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز ہو جاتا ہے

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب عورت نے یہ مسئلہ سنایا تو مجھے بے حد شرمندگی اور ندامت ہوئی ۔ اور دل ہی دل میں علم کلام کو اپنے لئے بے فائدہ قرار دیا ۔ جوتے اٹھائے اور سیدھا حضرت حماد کے حلقہ درس میں چلا گیا ۔ اور میں چونکہ روزانہ کا سبق بلاناغہ یاد کر لیا کرتا تھا ۔ اس لئے حضرت حماد نے بھی صدر حلقہ میں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے جگہ عنایت فرمائی ۔ اس طرح گویا ایک عورت کا استفسار مسئلہ میری علمی ترقی کا غیبی سبب بن گیا ۔

خدعتنی امراۃ وزھدتنی اخری — ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا اور
وفقھتنی اخری [1] — ایک عورت نے مجھے زاہد بنایا اور
ایک عورت نے فقیہہ بنا دیا۔

مروجہ عصری علوم میں علم الفقہ کا انتخاب

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تلمیذ رشید امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ کو تحصیل علم فقہ کی توفیق کیسے نصیب ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا۔

جہاں تک توفیق کا تعلق ہے وہ تو بارگاہ رب جلیل کی جانب سے تھی فلہ الحمد میں جب طالب علمی کے زمانہ میں طلب علم کے لئے کمربستہ ہوا تو میں نے تمام علوم پر ایک ایک کرکے نظر دوڑائی ان کے نفع اور نتیجہ پر غور کیا میرے جی میں آیا کہ علم کلام پڑھوں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا انجام اچھا نہیں اور اس میں فائدہ بھی کم ہے۔ آدمی اس میں ماہر بھی ہوجائے تو اپنا عندیہ برسرِعام بیان نہیں کرسکتا۔ اس پر طرح طرح کے الزام عائد کئے جاتے ہیں اور اسے صاحب بدعت و ضلالت کا لقب دیا جاتا ہے۔

پھر ادب و نحو پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ آخر اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بیٹھ کر بچوں کو نحو اور ادب کا سبق دوں۔

پھر شعر و شاعری کے پہلو پر غور کیا تو اس کا مقصد مدح و ہجو اور دروغ گوئی اور تخریب دین کے سوا کچھ نہ پایا۔

پھر قرأت و تجوید کے معاملہ پر غور کیا۔ میں نے سوچا کہ اس میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد آخر یہی ہوگا کہ چند نوعمر جمع ہوکر میرے پاس تلاوت قرآن کریں باقی اس کا مفہوم معنی تو وہ بدستور ایک دشوار گذار گھاٹی رہے گی۔

---

[1] مناقب موفق صہ۵۵ اس کا پس منظر اور تفصیل آخری باب صہ۱۲۴ میں درج کردی گئی ہے۔

پھر خیال آیا کہ طلب حدیث میں لگ جاؤں۔ پھر سوچا کہ ذخیرۂ احادیث جمع کرنے کے بعد مجھے طویل عمر کی ضرورت ہوگی تاکہ علمی استفادہ کے لئے لوگ میرے محتاج ہوں اور ظاہر ہے کہ طلب حدیث کے لئے احتیاج کی ضرورت نوخیز لوگوں کو ہی ہو سکتی ہے پھر ممکن ہے کہ مجھے کذب اور سوء حفظ سے متہم کرنے لگیں اور روزِ حشر تک یہ الزام میرے گلے کا ہار بن جائے۔

بعد ازاں میں نے علم فقہ کی ورق گردانی شروع کر دی جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا اس کا رعب و اجلال بڑھتا ہی گیا۔ اور اس میں مجھے کوئی عیب دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء اور مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاق جلیلہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ادائے فرض، اقامت دین اظہارِ عبودیت، اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ساتھ دنیا کمانا چاہے تو وہ بڑے بلند منصب پر فائز ہو سکتا ہے اور اگر تخلیہ عبادت کا آرزو مند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ حصول علم کے بغیر مشغول عبادت ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ صاحب علم فقہ کی راہ پر گامزن ہے[1][2]۔

علم کا پندار اور غیبی ہدایت کا اظہار

امام اعظم ابو حنیفہؒ غالباً چوبیس سال کی عمر میں اپنے استاد حماد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورے

---

[1] ابو حنیفہ از ابو زہرہ و موفق صـ ۵۲ و صیمری صـ ۱۹ [2] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم نے تمام رائج الوقت علوم اور فنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔ تاکہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں مہارت و تخصص پیدا کر سکیں اور اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی اگرچہ بعد میں صرف علم فقہ ہی آپ کا جولانگاہ فکر و نظر بنا۔ گویا فقہ کی جانب آپ کے رجحان و میلان دیگر علوم کو آزمانے اور ان میں واجبی طور و تامل کے بعد تھا۔

اٹھارہ سال تک ان کی رفاقت وخدمت اور صحبت ومجالست میں رہے - ۱۲۰ھ میں ایک عظیم اور باکمال مجتہد کی حیثیت سے رونما ہوئے - انہی دنوں کا واقعہ ہے جسے خود امام ابو حنیفہؒ نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ :-

میں دس برس تک مسلسل اپنے استاد امام حماد کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا رہا - اور بلاناغہ تحصیل علم و استفادہ میں مشغول رہا - پھر خیال ہونے لگا کہ اب اپنا علیحدہ مستقل مدرسہ کھولوں اور خود تعلیم اور درس وتدریس کا سلسلہ قائم کروں لیکن استاد کا ادب اور غایت حیا مانع رہی اس کی جرأت نہ ہو سکی - اتفاق سے انہی دنوں امام حماد کو بصرہ سے اپنے کسی رشتہ دار کے موت کی خبر موصول ہوئی - جس کا حماد کے سوا کوئی دوسرا وارث نہ تھا - اسی ضرورت سے امام حماد کو بصرہ جانا ضروری ہوا - چنانچہ امام حماد بصرہ روانہ ہو گئے - اور مجھے اپنا جانشین مقرر فرمایا - تلامذہ، اہل ضرورت اور ارباب حاجت نے میری طرف رجوع کیا - اسی دوران بہت سے ایسے مسائل بھی پیش آئے - جن میں میں نے اپنے استاد حضرت حماد سے کوئی روایت نہیں سنی تھی لہذا مجبوراً اپنے اجتہاد سے جوابات دئے اور احتیاطاً ایسے مسائل کے جوابات کی ایک علیحدہ یادداشت مرتب کی - امام حماد نے بصرہ میں دو ماہ تک قیام کیا جب واپس تشریف لائے تو میں نے وہ یادداشت ان کے پیش خدمت کر دی - جس میں کل ساٹھ مسئلے درج تھے امام حماد نے دیکھا تو چالیس مسائل کی تصویب فرمائی جبیں مسائل میں غلطیاں نکالیں مجھے خود شناسی ہوئی اور اس وقت سے میں نے عہد کر لیا کہ

" حضرت حماد جب تک زندہ ہیں ان سے استفادہ اور شاگردی کا تعلق کبھی بھی نہ چھوڑوں گا " [1]

---

[1] عقود الجمان صد ۱۶۳ و مناقب موفق صد ۵۲

حضرت حماد کی نگاہ شفقت شاگرد کا خلوص، خود سپردگی، تواضع وانکساری جذبۂ طلب علم اور اخلاص وللہیت اور صلاحیت واستعداد کا جوہر قابل، حضرت حماد کی نگاہ میں مقام توجہ ومحبت حاصل کر چکا تھا۔

حماد کے بیٹے اسمٰعیل کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میرے والد محترم حضرت حماد سفر میں تشریف لے گئے تھے کچھ روز باہر گذار کر جب واپس تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا ابا جان! آپ کو سفر سے واپسی پر سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا (ان کا خیال تھا کہ کہیں بیٹے کے دیکھنے کا) فرمایا! ابوحنیفہ کے دیکھنے کا اشتیاق تھا اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اٹھاؤں تو بس یہی کرتا۔[1] زمانہ کے ساتھ اس کے انداز و اطوار بھی بدلتے رہتے ہیں۔ وضع وروش میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے آج کے کالجوں، یونیورسٹیوں اور دانش گاہوں سے آج سے ۱۲ سو برس قبل کے انداز تعلیم کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ دینی مدارس میں اس کی خال خال جھلک باقی ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے استاد اور شاگرد کے جو روابط پہلے تھے وہ اب نہیں ہیں اور جو آج ہیں وہ کل نہ ہوں گے۔ تاریخ ماضی بالخصوص حنفی مکتب فکر کی یہ تاریخی جھلکیاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ آج سے بارہ تیرہ سو برس قبل کا نظام تعلیم کیا تھا۔

امام حماد کے جانشین کا انتخاب حماد بن سلمہ کی روایت ہے کہ کوفہ کے مفتی اعظم، استاذ کل اور محبوب علمی شخصیت حضرت حماد کا جب انتقال ہو گیا تو ان کے احباب وتلامذہ میں ان کے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ چل پڑا، انہیں اندیشہ تھا کہ اگر ان کے علوم ومعارف کی تدریس واشاعت کا سلسلہ ان کی وفات کے ساتھ بند ہو گیا تو ان کا نام بھی باقی نہ رہے گا۔ اور نہ ان کے علوم ومعارف سے مزید لوگ استفادہ

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ واخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۲

کر سکیں گے۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت حماد کے بیٹے سے اپنے باپ کی مسند فقہ پر درس و تدریس کے جاری رکھنے کی استدعا کی گئی مگر ان پر علم نحو اور علم کلام کا غلبہ تھا فقہی درس میں اہل علم ان سے مطمئن نہ ہو سکے۔ تو موسیٰ بن ابی کثیر نے مسند حماد پر بیٹھ کر علم فقہ کی تدریس شروع کی۔ لوگ حضرت حماد کی جانشینی کی خوش اعتقادی سے حاضر ہونے لگے۔ مگر انہیں بھی علم فقہ سے عدم مہارت کی وجہ سے طالبانِ علم فقہ میں مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ابو بکر نہشلی سے حضرت حماد کی مسندِ تدریس پر رونق افروز ہونے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے معذرت کر دی، ابو بردہ سے بھی یہی درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

"تاہم ابو بکر نہشلی، ابو حصین اور یزید بن ابی ثابت نے اہل علم سے مسند حماد کی جانشینی کے لئے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نام تجویز کیا۔ حضرت امام صاحب دوسرے اکابر کی نسبت نوجوان اور عمر میں کم تھے۔ جب انہوں نے مسندِ حماد پر تدریس فقہ کی درخواست پیش کی تو امام صاحب نے اس نیت سے کہ حضرت حماد کے علوم و معارف کا سلسلہ جاری رہے ان کی درخواست منظور کر لی اور مسندِ تدریس پر جلوہ آرا ہو گئے"[۱]

ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ طلبہ علم کے انبوہ در انبوہ حاضر ہوئے مستفیدین کا ہجوم بڑھنے لگا۔ اطراف و اکناف عالم سے علم کے پیاسے آتے اور یہاں سے سیراب ہوتے۔

لوگوں نے امام صاحب کی درسگاہ میں علوم و معارف کے ایسے خزانے پائے جو دوسری درسگاہوں میں نہیں مل سکتے تھے۔ آپ کی صلاحیت علم و معرفت، فقہ و اجتہاد

---

[۱] امام حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا گویا ان کے انتقال کے وقت امام صاحب کی عمر چالیس سال تھی۔ گویا جسم اور عقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسند درس کو سنبھالا۔

اور استنباط مسائل، جود و سخا اور حسن سیرت کے پیش نظر حلقہ درس وسیع تر ہوتا چلا گیا اور قلیل عرصہ میں تمام درسی حلقوں پر اپنا فضل و تفوق اور انفرادیت قائم کر لی۔[1]

خدمت و اشاعت دین کے غیبی اشارات

امام اعظم ابو حنیفہؒ تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور جملہ علوم و فنون میں کامل دستگاہ حاصل کر لینے کے بعد گوشہ نشینی کا قصد کر لیا تو اس پر ایک رات خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرما رہے ہیں "اے ابو حنیفہ! آپ کو خدا نے میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے آپ عزلت گزینی و گوشہ نشینی کا ہرگز قصد نہ کریں"۔[2]

امام صاحب نے یہ بشارت پائی تو گویا نئی زندگی آگئی۔ فوراً افادت و افاضت خلائق اور اجتہاد و استنباط مسائل شرعیہ میں مشغول ہو گئے حتی کہ آپ کا مذہب چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔

ریاضت و مجاہدہ اور ذوق عبادت و تلاوت

"تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ عالم، عابد، زاہد، صاحب ورع و تقویٰ، کثیر الخشوع دائم التضرع، خوش صورت، خوش سیرت، بڑے کریم، مسلمان بھائیوں کے مددگار۔ میانہ قد، گندم گوں، خوش تقریر اور شیریں زبان تھے۔

اسد بن عمرو راوی ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور عموماً رات کو تمام قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔[3] ظہر کے بعد قدرے نیند کر لیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] عقود الجمان صہ ۱۶۸، موفق صہ ۶۲
[2] حدائق الحنفیہ صہ ۳۶، ۲۷، ۴ و موفق صہ ۶۲
[3] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ صہ ۴۱۳ و اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ صہ ۵۶

ہے کہ قیام لیل و ظہر کے بعد نیند سے امداد طلب کر لیا کرو۔ رمضان المبارک میں معمول بدل جاتا تھا ایک ختم القرآن رات کو اور ایک دن کو کر لیا کرتے تھے۔

طحطاوی میں مسعر بن کدام سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہے ہیں مجھ کو ان کا قرآن پڑھنا بے حد پسند ہوا اس نے جب قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا تو میں سمجھا کہ اب رکوع کرے گا۔ مگر اس نے رکوع نہیں کیا اور قرآن کا تہائی حصہ تک پڑھ لیا میں نے سوچا شاید اب رکوع کرے مگر رکوع نہیں کیا اور آدھا قرآن پڑھ لیا اور اسی طرح تلاوت قرآن جاری رکھی حتیٰ کہ تمام قرآن ایک رکعت میں مکمل کر لیا جب نماز سے ہم دونوں فارغ ہوئے تو میں نے انہیں اچھی طرح دیکھا تو وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ تھے۔

رمضان میں ساٹھ مرتبہ ختم القرآن کا معمول تھا۔ اور زندگی بھر میں پچپن حج کئے جس مکان میں ان کی وفات ہوئی وہاں امام صاحب نے سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا تھا۔[1][2]

---

[1] وفیات ج ۵ ص ۴۱۳ و عقود الجمان ص ۲۲۱ و موفق ص ۲۰۰

[2] یہ مناقب صرف مقلدین امام ابو حنیفہؒ نے نہیں لکھے کہ مبالغہ پر محمول کر کے موجب طعن ٹھہرائے جائیں بلکہ ابن خلکان، ابو الفداء، ابو نعیم صاحب حلیہ، خطیب بغدادی، حافظ جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن حجر مکی نے بیان کئے ہیں جو سب کے سب شافعی المذہب اور اپنے وقت کے امام تھے بلکہ حافظ ذہبی شافعی نے تو ان پر تواتر کی شہادت دی ہے۔ البتہ سات ہزار مرتبہ مکان وفات میں ختم القرآن کی روایت کے قصے کو بعض حضرات نے موجودہ صورت میں بظاہر درست نہیں قرار دیا۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہ زندگی کا اکثر حصہ کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ کے علمی و فقہی تدریسی و علمی اور سیاسی کارناموں کا مرکزی صدر مقام کوفہ ہی تھا۔ جائے وفات تو آپ کی بغداد ہے جہاں آپ نے قید کے چند ایام کاٹے ہیں لہٰذا یہ وہم کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے قید کے ان چند ایام میں جیل خانہ ہی میں سات ہزار مرتبہ کس طرح ختم القرآن کیا۔ حالانکہ بظاہر یہ ناممکن ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ مگر اس کو درست قرار دینے کے لئے قرین قیاس توجیہہ بھی ممکن ہے۔ کہ راوی نے کچھ یوں بیان کیا ہوگا۔ کہ جب آپ کی وفات ہوئی یا جس مکان میں آپ کی وفات ہوئی تب یہ معلوم ہوا کہ آپ نے تا وفات سات ہزار مرتبہ ختم القرآن کی سعادت حاصل کی ہے یا جس مکان کو آخری مرتبہ چھوڑا یعنی کوفہ سے بغداد لائے گئے تو اس وقت تک کوفہ میں سات ہزار ختم القرآن کرچکے تھے۔ ظاہر بینوں نے اسے مبالغہ پر محمول کیا ہے اور ہم نے اس کی توجیہہ بیان کردی ہے اور اگر حساب کر لیا جائے۔ تو سات ہزار ختم القرآن کے لئے بومیہ ایک ختم کے حساب سے ۲۰ سال چاہئیں اور ابو حنیفہؒ کی زندگی ۷۰ سال پر حاوی ہے تو یہ عام معمولی انسانی عادت اور بشری طاقت کے اندر کی چیز ہے۔ آخر اس پر حیرت و استعجاب کرنے کی وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے کہ معترضین اسے مبالغہ پر محمول کرتے کیا تعجب کرتے ہیں ہمارے نزدیک سات ہزار کی روایت مبالغہ و افراط ہرگز نہیں

اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی تسلیم کر لی جائے کہ امام صاحب نے جائے وفات پر ۷ ہزار مرتبہ ختم القرآن کیا ہے تب بھی یہ بات ارباب بصیرت کے لئے کسی بھی اچنبھے کا باعث نہیں۔ اس لئے کہ "برکت اوقات" ایک مستقل کرامت ہے جس سے اسلاف امت کو نوازا جاتا رہا ہے ہم جب کثیر التصانیف اکابر و مشائخ کے یومیہ تصنیفی کام کا اندازہ لگاتے ہیں تو وہ فی یوم سینکڑوں صفحات سے بھی بات بڑھ جاتی ہے۔ اور زمانہ بھی وہی تھا جب کاغذ قلم اور سیاہی اور دوات تک خود اپنے ہاتھوں سے بنانا پڑتی تھیں علامہ جلال الدین سیوطی کی ۵۰۰ تصانیف ہیں اور ایک ایک تصنیف کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہے اور خود ہمارے قریبی زمانے کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی چھوٹی بڑی تصانیف کا اندازہ لگایئے کہ کتنی کتنی مجلدات پر ان کی تصنیفات مشتمل ہیں اور ہزاروں سے بھی ان کی تعداد بڑھ کر ہے۔ آخر یہ حسی مشاہدہ کر لینے کے بعد جب عقل کی پہنائیاں تنگ دامنی کی شکایت کرتی ہیں تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان کی کرامت تھی کہ اللہ کریم نے ان کے لئے اوقات میں برکت عطا فرمائی تھی۔ اور ابو حنیفہ تو سراپا برکت و کرامت کا مجموعہ تھے باقی رہی چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنے کی روایت، تو یہ بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں اکثر اوقات

ہمیشہ کا معمول، قیام لیل و تدریس علم | مسعر بن کدام سے خطیب ابو محمد الحارثی اور ابو عبداللہ بن خسرو نے روایت نقل کی ہے کہ:

میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی مسجد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور لوگوں کو علم دین پڑھانے میں مشغول ہو گئے اور یہ سلسلہ تعلیم ظہر تک جاری رہا۔ پھر نماز کا وقفہ ہوا۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک اور عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک اسی جگہ بیٹھے رہے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ بشری تقاضوں اور انسانی حوائج و ضرورت سے قطع نظر مسلسل یہ خدمت اور تدریس علم کا شغل دیکھ کر مجھے حیرت رہی۔ امام اعظم عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔ مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی اور تجسس بڑھتا گیا۔ کہ جب آپ کی تدریسی انہماک اور تعلیم مسائل کی مصروفیت کا یہ عالم ہے تو مطالعہ کتب اور نوافل و عبادت کے لئے آپ کو کونسا وقت ملتا ہوگا اس سلسلہ کے سنن و نوافل اور مستحبات کے معمولات آپ کس طرح جمع کرتے ہوں گے

ابھی میں ایسے ہی تصورات میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ نماز عشاء پڑھ کر گھروں کو جا چکے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ امام صاحب گھر سے مسجد میں تشریف لائے صاف و سادہ لباس جسم معطر اور خوشبو سے فضا بھی معطر ہو رہی تھی۔ بڑی تمکنت اور سکون و وقار کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہوئی۔ اب رات کی عبادت، بیداری شب و ریاضت سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ اور زندگی کا ایک عام معمول بتایا گیا ہے۔ اس سے بشری حاجات ذوتی و ملی امور میں اسفار، فقہ کی آئینی و تدوینی کونسل کی سرپرستی اور اس نوع کے دیگر اہم امور جن اشتغال اور بیماری و افادۂ رشد کے اوقات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(شاید اس دوران قضائے حاجت اور بشری تقاضوں کے پیشِ نظر نیا وضو وغیرہ بنایا ہو) واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ صبح کی نماز با جماعت ادا کی۔ تو پھر حسب سابق وہی تدریس و تعلیم دین کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو برابر عشاء تک جاری رہا۔ میں دل میں خیال کرتا تھا کہ آج رات آپ ضرور آرام کریں گے۔ کہ کل کا دن اور رات بیداری میں گذاری ہے۔ مگر دوسری رات بھی آپ کا معمول وہی رہا جو پہلی رات کا تھا۔ تیسری رات بھی ایسے ہی گذری اور وہی کچھ دیکھا جو پہلی دو راتوں میں مشاہدہ کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ ابو حنیفہؒ کا ساتھ اور خدمت و مصاحبت اور تلمذ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا یا ان کا دنیا سے انتقال نہ ہو جائے۔

لہٰذا میں نے مستقلاً ابو حنیفہؒ کی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کر لیا اور ان کی مسجد میں باقاعدہ مستقل قیام اختیار کر لیا۔ اپنی مدت قیام میں مَیں نے ابو حنیفہؒ کو دن میں کبھی بے روزہ اور رات بغیر قیام لیل کے گذارتے نہیں دیکھا۔ البتہ ظہر سے قبل آپ قدرے آرام کر لیا کرتے تھے اور علی العموم یہی معمول بنایا ہوا تھا۔

ابن ابی معاذ کی روایت ہے کہ:۔

مسعر بن کدام بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کی وفات بھی امام اعظم کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوئی جب کہ حالت سجدہ میں اپنی جبینِ نیاز، بارگاہ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔ ؎[1]

یہ ابو حنیفہ ہیں جو تمام رات نہیں سوتے

امام ابو یوسف کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ہمراہ چل رہا تھا کہ راستے میں کچھ آدمیوں نے ہمیں دیکھا تو ایک نے ابو حنیفہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دوسرے سے کہا:۔

---

[1] غایۃ الاوطار ج ۱ حدائق الحنفیہ صہ ۶۶، عقود الجمان صہ ۲۱۴، ۲۱۵ و موفق صہ ۲۰۵

هٰذا ابوحنیفۃ لا ینام اللیل۔ | یہ شخص امام ابوحنیفہؒ ہیں جو تمام رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور سوتے نہیں۔

ان کی یہ آواز ابوحنیفہؒ کے کان میں آئی تو فرمانے لگے۔
سبحان اللہ! آپ سنتے نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق لوگوں میں کیسی کیسی باتیں پھیلا دی ہیں۔ اور یہ کس قدر بُری بات ہوگی کہ خود ہماری زندگی میں اس کے برعکس اعمال پائے جائیں۔ پھر ارشاد فرمایا، واللہ یہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں نہیں کہہ رہے جو واقعۃً میرا معمول نہ ہوں۔
امام ابویوسفؒ فرمایا کرتے کہ واقعہ بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تمام رات اللہ کی عبادت، دعا، تضرع و ابتہال اور ذکر اللہ میں گذارتے تھے۔[1]

ابوحنیفہؒ شریعت کا ستون تھے

مجاہدہ و ریاضت اور تہجد و شب بیداری کے واقعات امام صاحب کے تذکرہ نگاروں نے اس کثرت سے لکھے ہیں کہ وہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ محمد بن یوسف صالحی اور صاحب معجم نے لکھا ہے۔

ومن ثم یسمی الوتد من کثرۃ قیامہ باللیل[2] | شب بیداری اور مسلسل قیام لیل کی وجہ سے لوگ امام ابوحنیفہؒ کو وتد یعنی میخ بھی کہتے تھے۔

اس سلسلہ میں کتابوں میں ایک لطیفہ بھی منقول ہوتا چلا آیا ہے کہ امام اعظم کے پڑوس میں ایک صاحب کا مکان تھا۔ امام صاحب کا جب انتقال ہوگیا تو اسی پڑوسی

---

[1] تذکرۃ الحفاظ صـ ۱۶۹ و عقود الجمان صـ ۲۱۳ و مناقب موفق صـ ۲۱۹ و صمیری صـ ۵۳

[2] عقود الجمان صـ ۲۱۱ و معجم المصنفین صـ ۱۶۸ و صمیری صـ ۵۶

کے ایک چھوٹے بچے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ

یا ابت! این تلک الدعامہ التی کنت اراھا کل لیلۃ فی سطح ابی حنیفہ باللیل

ابا جان! سامنے ابو حنیفہ کی چھت پر ایک ستون نظر آیا کرتا تھا اسے کیا ہو گیا کس نے گرا دیا کہ وہ نظر نہیں آتا۔

باپ نے بڑی محبت اور شفقت سے کہا۔

یا بنیّ! لیست بدعامۃ و انما کان ذلک دعامۃ الشرع ابو حنیفہؒ [1]

لختِ جگر! یہاں کوئی ستون وغیرہ نہیں تھا وہ شریعت کے ستون امام اعظم ابو حنیفہ ہی تھے (جو ساری رات چھت پہ اللہ کی عبادت کرتے) اب وہ ستون گر گیا ہے۔ کہ امام صاحب کی وفات ہو گئی ہے۔

ابو المؤید نے امام اعظم کی ریاضت و مجاہدہ کی کیفیت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے

نہار ابی حنیفۃ للافادہ

ولیل ابی حنیفۃ للعبادہ [2]

امام صاحب کا دن درس و تدریس اور عامۃ الناس کی خدمت و افادہ کے لئے وقف ہے اور رات اپنے خالق کی عبادت کے لئے وقف ہے۔

امام ابو حنیفہ کا تقویٰ اور مجوسی کا قبول اسلام

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی جو حضرت امام اعظم کے حق میں بڑے متعصب ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:-

---

[1] عقود الجمان ص ۲۲۲ و مناقب موفق ص ۲۳۳ [2] عقود الجمان ص ۲۲۳ و موفق ص ۲۳۳

امام ابو حنیفہؒ کا ایک مجوسی پہ کچھ قرضہ ہو گیا تھا۔ ایک روز امام صاحب اس مجوسی کے گھر مطالبہ کے لیے گئے جب اس کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے تو امام صاحب کی جوتی کو اتفاقاً کچھ نجاست لگ گئی۔ آپ نے اس سے نجاست کو دور کرنے کی غرض سے اسے جھاڑا تو کچھ نجاست اڑ کر مجوسی مذکور کی دیوار سے لگ گئی۔ اس صورت حال سے امام صاحب بڑے رنجیدہ و حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ دیوار قبیح ہو جائے گی اور اگر اس کو کُھرچتا ہوں تو اس سے دیوار کی مٹی گر پڑے گی اور اس سے مالک مکان کو نقصان ہے۔ چنانچہ آپ نے مجوسی کے مکان کو کھٹ کھٹایا۔ جس پر ایک لونڈی باہر آئی۔ آپ نے اس کو کہا کہ اپنے مالک کو خبر کر کہ ابو حنیفہ دروازے پر کھڑا ہے۔ لونڈی کے کہنے پر مجوسی گھر سے باہر نکلا اور اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ مجھ سے اپنے مال کا مطالبہ کریں گے عذر کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے اس سے دیوار کی نجاست کا قضیہ بیان کر کے فرمایا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ تمہاری دیوار صاف ہو جائے۔

مجوسی نے امام ابو حنیفہؒ کا یہ ورع و تقویٰ اور زہد اور کمالِ احتیاط دیکھ کر اسلام قبول کر لیا[1]

سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھے رہے

اسمٰعیل بغدادی کہتے ہیں کہ کسی نے یزید بن ہارون سے دریافت کیا کہ آدمی کو فتویٰ دینا کب جائز ہے۔ فرمایا! جب وہ ابو حنیفہؒ کی طرح احتیاط اختیار کرے، سائل نے کہا حضرت آپ یہی کہتے ہیں۔ فرمایا ہاں! میں اس سے بھی زیادہ کہوں گا کہ میں نے ان سے زیادہ فقیہہ اور اورع (بڑا پرہیز گار) نہیں دیکھا۔

---

[1] تفسیر کبیر آیت مالک یوم الدین وحدائق الحنفیہ ص ۹۶

ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں میں نے عرض کیا اگر آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو قسم دے کر دریافت کیا کہ سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھنے کا سبب کیا ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس صاحب مکان پر میرا کچھ قرض ہے میں اپنے مقروض کے گھر کے سایہ کے استعمال کو اس وجہ سے مکروہ سمجھتا ہوں کہ کہیں وہ ناجائز نفع اور سود میں نہ آجائے۔ دیکھئے حدیث کا مضمون ہے کہ جس کا قرض سے کوئی نفع حاصل ہو وہ سود ہے [۱]

نظروں کی حفاظت امام محمدؒ لڑکپن میں بڑے حسین اور صاحب جمال تھے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں طالب علمانہ حیثیت سے داخل ہوئے پہلی نظر پڑی جو غیر اختیاری تھی اس کے بعد ان کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جب ان کو سبق پڑھاتے تو انہیں ستون کے پیچھے بٹھایا کرتے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر نظر پڑ جائے [۲]

ابو حنیفہ کی عفیف اور پاکیزہ کردار شخصیت خارجہ بن مصعب سے روایت ہے کہ مجھے جب حج پہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس موقعہ پہ میں نے اپنی لونڈی امام ابو حنیفہؒ کی خدمت کے لئے ان کے ہاں چھوڑ دی مجھے تقریباً چار ماہ تک مکہ معظمہ میں قیام کرنا پڑا۔ واپسی پہ جب میں ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا۔

"حضرت! میری لونڈی کو خدمت و اخلاق کے اعتبار سے آپ نے کیسے پایا؟"

فرمانے لگے! جو آدمی قرآن پڑھتا ہو اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہو علم

---

[۱] عقود الجمان صد ۲۴۲ وصوفق وکردری والانتصار

[۲] تذکرۃ الاولیا ربحوالہ الحدائق الحنفیہ صد ۲)

حلال اور علم حرام سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ عام لوگوں سے بڑھ کر اپنے نفس اور نگاہوں کی حفاظت کرے۔ خدا کی قسم! جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں میں نے آپ کی لونڈی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

خارجہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنی لونڈی سے امام ابوحنیفہ ان کے اخلاق اور گھریلو معاملات کے بارے میں دریافت کیا تو لونڈی کہنے لگی۔

"میں نے ابوحنیفہ جیسا عفیف، پاک دامن اور پاکیزہ کردار والی شخصیت نہ دیکھی ہے اور نہ سنی ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ابوحنیفہ نے کبھی دن یا رات کو اپنے گھر میں جنابت سے غسل کیا ہو۔ جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھنے کے لئے ابوحنیفہ اپنے گھر سے باہر چلے جاتے پھر واپس تشریف لاتے اور گھر میں چاشت کی خفیف نماز پڑھتے اس کے بعد غسل فرماتے تیل لگاتے پھر نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے۔ میں نے کسی دن بھی انہیں کبھی بے روزہ نہیں دیکھا۔ سونا تو بہت خفیف مگر کم ہوتا[1]"

خشیت و تقوای کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کسی سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک اس شخص نے امام صاحب سے کہا

اِتَّقِ اللّٰہ — خدا سے ڈرو

اس لفظ کا اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ امام صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ سر جھکا لیا۔ اور کہتے جاتے تھے۔ "بھائی! خدا آپ کو جزائے خیر دے علم پر جس وقت کسی کو ناز ہونے لگے اس وقت وہ اس کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی اس کو خدا یاد دلا دے۔[2]"

تحائف اور ہدایا میں حدیث نبویؐ پر عمل غور کہ سعدی الکوفی کی روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام اعظم کی خدمت میں کچھ تحفے اور ہدایا بھیجے تو امام صاحب نے

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۴۳ تاریخ بغداد[2] عقود الجمان صہ ۲۲۰ و موفق صہ ۲۶۵

اس سے دو چند تحائف کے ساتھ احسان فرمایا۔ میں نے یہ دیکھا تو ان کی خدمت میں عرض کیا۔

حضرت! اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ اس قدر زحمت اٹھائیں گے اور میرے تحائف کے بدلے دو چند احسان فرماویں گے تو میں ہرگز یہ کام نہ کرتا۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: ایسی باتیں ہرگز نہ کیجئے اس لئے کہ فضیلت اور زیادہ اجر و ثواب سبقت اور پہل کرنے والے کو حاصل ہے۔ کیا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا کہ:۔

"جو آدمی تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے، عنایت و احسان کا معاملہ کرے تو تم بھی اس کا بدلہ احسان سے چکایا کرو۔ اگر تم اس کے برابر کا بدلہ اور برابر کا احسان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو محسن کا شکریہ ادا کر لیا کرو۔ زبان سے اس کی تعریف کر لیا کرو۔

غورک سعدی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو ابو حنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا۔

حضرت! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھے اپنے تمام مال مملوکہ سے عزیز تر ہے[1] اور ایک روایت میں یہ منقولہ ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے۔

مقتضائے حدیث پر شوق عمل عالمانہ وقار اور تحمل

عمرو بن ہشیم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شعبہ کا رقعہ لے کر امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ عصر کا وقت تھا۔ آپ نے مسجد ہی میں عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور عشاء کے بعد مجھے ہمراہ لے کر دولت کدہ پر تشریف لائے کھانا کھلایا اور ایک بستر پر مجھے لٹا دیا اور خود ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور تمام رات پڑھتے رہے جب صبح ہوئی تو مجھے اٹھایا اور وضو کا پانی لا دیا اور مسجد میں تشریف لائے۔ صبح کی نماز پڑھ کر آپ اپنی جگہ بیٹھے رہے کہ اچانک ایک سانپ

---

[1] عقود الجمان ص ۲۳۳ و مناقب موفق ص ۳۴

مسجد کی چھت سے آپ پر گرا۔ اور آپ نے اس کے سر پر پیر رکھ دیا اور آرام سے بیٹھے رہے خدا کی یاد اور اس کے ذکر میں اطمینان سے مصروف رہے جب سورج طلوع ہوا تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

الحمد للہ الذی اطلعہا من مطلعہا اللّٰھم ارزقنا خیرھا و خیر ما طلعت فیہا۔ [1]

تمام تعریفیں ہیں اس خدا کے لئے جس نے سورج کو اس کے مطلع سے نکالا۔ اے اللہ! ہم کو اس کے اور جس چیز پر اس کا طلوع ہوتا ہے اس کے خیر سے بہرہ ور فرما۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ نے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور اتنی دیر آپ نہایت آرام اور سکون و وقار سے اپنی جگہ بیٹھے خدا کی یاد میں مشغول رہے جب اشراق کی نماز پڑھی تو پیش آمدہ واقعہ کے پیش نظر امام صاحب نے ایک حدیث سنائی کہ حضور صلعم کا ارشاد ہے۔

و من صلی الفجر و لم یتکلم الا بذکر اللہ تعالیٰ حتی تطلع الشمس کان کالمجاھد فی سبیل اللہ

جس نے صبح کی نماز پڑھی اور سورج نکلنے تک سوائے ذکر خدا کے اور کچھ زبان سے نہ کہا وہ مثل مجاہد فی سبیل اللہ کے ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کو حدیث کے مقتضاء پر عمل کرنے کا کتنا شوق تھا جان چلی جائے مگر اقتضائے حدیث معمول میں آجائے اور اس واقعہ سے امام صاحب کے عالمانہ وقار اور تحمل کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔ [2]

---

[1] مناقب موفق صہ ۲۵۰ [2] اسی واقعہ کے قریب قریب واقعہ حدائق الحنفیہ، عقود الجمان صہ ۲۴۷ اور خیرات الحسان میں بھی منقول ہے شاید یہ واقعہ ایک ہی ہو۔

سنّتِ رسولؐ کا احیاء اور مجاہدہ و ریاضت کی انتہاؔ

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنی زندگی میں پچپن حج کئے جب آخری مرتبہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ کے خدام سے دروازہ کھولنے اور اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی، جب دروازہ کھول دیا گیا تو بیت اللہ کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر[1] پورا قرآن تلاوت فرمایا جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب پر گریہ طاری ہوا خوب روئے اور دیر تک بارگاہِ قدرت میں مصروفِ مناجات رہے۔

يا ربّ عرفت حق المعرفة وما عبدتك حق العبادة فهب لي نقصان الخدمة بكمال المعرفة بكه	اے اللہ! اس بندۂ ضعیف نے تجھے کمالِ معرفت (صفاتِ کبریائی) کے ساتھ پہچانا۔ جیسا کہ تیرے جاننے کا حق ہے۔ مگر تیری عبادت جیسا کہ تیرے شایانِ شان ہے نہیں کرسکا۔ اے پروردگار تو اس بندۂ ضعیف کی خدمت کے نقصان کو بوجہ اس کی کمالِ معرفت کے بخش دے (یعنی کمالِ عرفان کو نقصانِ خدمت کا وسیلہ بنا دے)

---

[1] محمد شلبانی نے اس کو تراوح (قدمین تو زمین پر ہوں مگر باری باری ایک پاؤں کو ڈھیلا چھوڑ کر دوسرے پاؤں کا سہارا لیا جائے) پر محمول کیا ہے تو اس سے مخالفت سنت کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے مگر یہ توجیہ کمزور ہے دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ابو حنیفہؒ کے ایک پاؤں پر (باقی اگلے صفحہ پر)

اس پر بیت اللہ کے ایک گوشہ سے ہاتف غیبی نے آواز دی۔

وعرفت فاحسنت المعرفة
وخدمت فاحسنت الخدمة
غفرنا لك ولمن كان على
مذهبك الى قيام الساعة[1]

اے ابوحنیفہ! تو نے ہمیں جیسا کہ
چاہیے تھا ویسا پہچانا اور جس طرح
تم نے ہمارے دین کی خدمت کی
لہٰذا ہم نے تجھے اور ان لوگوں کو جو
تیرے مذہب کے پیروکار ہیں اور
قیامت تک جو تیرے پیروکار رہوں
گے سب کی مغفرت کر دی ہے۔

---

[1] عقود الجمان ص ۲۲۰ کے علاوہ طحطاوی کردری، حدائق الحنفیہ اور رد المحتار ج ۱ ص ۳۵ میں بھی قدرے تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے

(بقیہ گذشتہ صفحہ) کثرت سے پڑھنے کا مقصد عجز و تذلل تھا جیسا کہ ننگے سر پڑھنا مکروہ ہے مگر جب تذلل مقصود ہو تو جائز ہے۔ بعض علماء نے تیسری توجیہہ یوں کی ہے کہ امام صاحب کا اس سے مقصد ریاضت و مجاہدہ نفس تھا جس سے خشوع و انابت الی اللہ میں خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ اس میں زیادتی ہوتی ہے جو مانع کراہت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (رد المحتار ج ۱ ص ۲۶) اور ایک توجیہہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ ختم القرآن نوافل میں کیا کرتے تھے۔ اور نوافل میں توسع ہے۔

[2] یہاں عرفان الٰہی سے مراد خدا تعالیٰ کو اس کے صفات کبریائی و بزرگی، عظمت، توحید والوہیت اور دوام مشاہدہ کے ساتھ پہچاننا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی حقیقت کنہ الذات والصفات ہرگز مراد نہیں کہ اس کی معرفت محالات سے ہے۔ عقود الجمان کی ایک روایت

(باقی اگلے صفحہ پر)

سنتِ رسول اپنانے کی تلقین

امام اعظم اپنے شناسا احباب کو خوش پوشی اور اپنے مظہر و منظر کو عمدہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔

روایت ہے کہ آپ نے ایک ساتھی کو بوسیدہ لباس میں ملبوس دیکھا جب وہ چلنے لگا تو اسے ذرا بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب لوگ چلے گئے تو وہ تنہا رہ گیا تو امام صاحب نے انہیں فرمایا۔

محترم! جائے نماز اٹھائیے جو کچھ اس کے نیچے پڑا ہے وہ لے لیجیے۔ تعمیل ارشاد کرنے پر اس نے دیکھا کہ وہاں ایک ہزار درہم پڑے ہیں۔ فرمایا یہ درہم لے لو اور ان سے اپنی حالت درست کر لو۔ وہ صاحب کہنے لگے۔

جی! میں تو دولت مند آدمی ہوں اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کیا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ — اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کے نشان دیکھنا پسند کرتا ہے۔

جناب اپنی حالت کو بدل دیجیے خدا کی نعمتیں استعمال میں لائیے تاکہ آپ کے احباب اور اعزہ آپ کو دیکھ کر غمزدہ نہ ہوں[1]

---

[1] ابوحنیفہ از ابوزہرہ مصری بحوالہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۱ و مناقب موفق ص ۲۳۵

(بقیہ ص ۶۹)

کے مطابق "یارب ما عرفت" ہے مگر یہ اس لئے درست نہیں قرار دی جا سکتی کہ اس سے اگلی عبارت میں "فہب لی نقصان الخدمت بکمال المعرفت" آیا ہے۔ جو معرفت کی گویا تفسیر ہے۔ البتہ نسخہ "ما عرفت" کی ایک توجیہ بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ کسی چیز کے حق معرفت حاصل نہ ہونے سے اس کے کمال معرفت کی نفی لازم نہیں آتی اور اس صورت میں کمال معرفت کو حق المعرفت کی تفسیر نہیں قرار دیا جا سکے گا۔

باب ۲

جذب و شوق، سوزِ دروں، تسلیم و رضا

ایمان و احتساب، اور احسانی کیفیات

اللہ کا نام سن کر ابو حنیفہؒ لرز جاتے جن دنوں دجلہ کے پار ایک چھوٹی سی آبادی کی بنیاد پڑ رہی تھی جو بعد میں ایک بڑا فوجی کیمپ قرار پایا اور رصافہ کے نام سے مستقل شہر بن گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے قاضی القضاۃ اور وزارتِ عدل کے منصبِ جلیل کو ٹھکراتے ہوئے چند ایک گھروں کی اس چھوٹی سی بستی کی دو ایک روز کی قضا قبول کر لی۔ آپ کی عدالت میں سب سے پہلا اور آخری مقدمہ جو دائر ہوا اور جس کے بعد امام ابو حنیفہؒ نے استعفیٰ دے دیا۔ وہ ایک غریب ٹھٹھیرے (صفار) کا تھا جس نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو پیتل کی ایک ٹھلیا دی تھی جس کی قیمت میں دو درہم اور چار پیسے باقی رہ گئے تھے۔

امام صاحب نے مدعیٰ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

بھائی! اللہ سے ڈر۔ ٹھٹھیرا جو کچھ کہہ رہا ہے بتا کہ واقعہ کیا ہے؟

مدعیٰ علیہ نے انکار کر دیا مدعی کے پاس گواہ نہیں تھے تو مدعیٰ علیہ پر قسم آتی تھی لہٰذا قانونی طریقہ اختیار کرتے ہوئے مدعیٰ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے امام صاحب نے کہا۔

قُلْ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ[لہ] — اچھا کہو، قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امام اعظم نے دیکھا کہ مدعی علیہ بغیر کسی جھجک کے بے تحاشا قسم کھانے لگا۔ ایمان کی حستی ذکاوت، خوف خدا اور خشیت خداوندی سے ابوحنیفہؒ کی فطرت سرفراز تھی۔ اللہ کا نام سن کر لرز گئے۔ قسم کھانے کی یہ دلیری اور جرأت ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ مدعی علیہ کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس کی بات کو کاٹ کر اسے چپ کرا دیا۔ اور اپنے دستی بیگ سے دو بھاری بھاری درہم نکال کر شمشیر کو دیتے ہوئے فرمایا۔

" اپنے دام کے جس بقایا کا تم نے اس پر دعویٰ کیا ہے مجھ سے لے لو۔ اس طریقہ سے مدعی علیہ کو آپ نے قسم کھانے سے روک لیا اور ساری زندگی میں کسی مقدمہ کے عملی تجربہ کا یہی ایک موقعہ تھا جو آپ کو ملا۔

حصول علم کے ساتھ عمل کی ضرورت

داؤد طائی کا شمار اسلام کے اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے قدیم تلامذہ میں سے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے تلمذ میں علم حدیث و فقہ میں، عربیت اور قرأۃ و تفسیر میں کافی دست گاہ حاصل کر لی تھی۔

ایک روز امام ابوحنیفہ نے ان سے فرمایا۔ داؤد! آلات تو تمہارے سارے مکمل ہو گئے ہیں۔ داؤد نے عرض کیا! تو پھر کوئی چیز باقی بھی رہی ؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہاں! علم پر عمل کرنا باقی رہ گیا ہے ——— ابوحنیفہ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت اٹھے وراثت میں حاصل کردہ زمین کو چار سو درہم میں فروخت کر دیا۔ اور دنیا سے الگ ہو گئے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے۔

لہ وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۶ و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۹

ایک روز فضیل بن عیاض ان سے ملنے آئے۔ دروازہ کھولا۔ فضیل باہر بیٹھے رونے لگے۔ داؤد طائی اندر بیٹھے رو رہے تھے۔ فضیل نے عرض کیا آخر کہاں جاؤں؟ مجھے تو آدمی کی تلاش ہے داؤد نے فرمایا۔ جی ہاں! یہی تو وہ متاع گم شدہ ہے جو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی[1]

دنیا و آخرت کی آبرو مندی

امام اعظم ابو حنیفہ گاہے گاہے غزل و تشبیب سے قطع نظر وعظ و پند اور فکر و جذبہ عمل کے طور پر یہ شعر کبھی گنگنایا کرتے تھے ؎

وَمِنَ المروۃ لِلفتیٰ   ما عَاش دَارًا فاخِرَہ

فَاشکُر اِذا اُوتِیتَھا   وَاعمل لِدَارِالآخِرَہ[2]

ترجمہ:۔ انسان جب تک زندہ رہے عزت و آبرو کے لئے اس کو اچھا مکان چاہئے یہی مروت ہے جب ایسا مکان مل جائے تو خدا کا شکر کرنا چاہئے اور عاقبت کے مکان کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

مشاجرات صحابہؓ اور ابو حنیفہؒ کا مسلک

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

حضرت! حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی لڑائیوں اور جنگ صفین کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ قیامت کے روز جن باتوں کی پرسش ہو گی مجھے ان کا ڈر لگا رہتا ہے۔ ایسے واقعات خدا تعالیٰ مجھ سے نہیں پوچھے گا اس لئے ان واقعات پر چنداں توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے[3]

---

[1] وفا ع امام ابو حنیفہ صہ ۱۹۱   [2] عقود الجمان صہ ۳۰۸

[3] عقود الجمان صہ ۳۰۵

علقمہ اور اسود میں افضل کون؟

امام اعظمؒ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ حضرت علقمہ اور اسود میں کون افضل ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا! میری حیثیت یہی ہے کہ میں ان دونوں کی عزت واحترام کے لئے ان بزرگوں کو دعائے استغفار سے یاد کروں۔ آخر میرے لئے اس کی حاجت کیا ہے اور مجھے کیا پڑی ہے اور میری حیثیت کیا ہے کہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دوں [۱]۔

طاقت ور کون؟ حضرت ابو بکرؓ یا حضرت علیؓ؟

حضرت امام اعظمؒ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ مشہور رافضی مناظر شیطان طاق آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہا یہ بتائیے! کہ لوگوں میں سب سے بڑا طاقتور اور اشد الناس کون ہے امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اشد الناس حضرت علیؓ ہیں اور تمہارے نزدیک اشد الناس حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

شیطان طاق سٹپٹایا اور کہا تم نے بات الٹ کر دی۔ اصل میں ہمارے نزدیک اشد الناس کا مصداق حضرت علی اور تمہارے نزدیک ابو بکر صدیق ہیں۔ ابو حنیفہ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں

ہم جو حضرت علیؓ کو اشد الناس قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ خلافت کے استحقاق ابو بکر ہی کو حاصل ہے تو انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور تمام عمر ابو بکر کی اطاعت کی۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا ابو بکرؓ نے جبراً ان سے یہ حق چھین لیا تھا مگر حضرت علی کے پاس اتنی قوت اور طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنا حق ابو بکر سے واپس لے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک ابو بکر۔ حضرت علی سے زیادہ طاقتور اور قوت والے تھے۔

---

[۱] خیرات الحسان فصل ۱۶ و عقود الجمان [۲] عقود الجمان ص ۲۷۶

شیطان طاق رافضی ابوحنیفہ کا یہ جواب سن کر لال پیلا ہو کر بھاگ گیا۔[۱]

زبان کی حفاظت وکیع سے روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ قسم کھانے سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے اور ممکن حد تک اس سے پرہیز میں کامیاب رہتے تھے جب کہ انہوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر کہیں دوران گفتگو غیر ارادی طور پر اتفاقاً بھی قسم کھا لی گئی اور اس خطا کا ارتکاب ہو گیا تو اپنے اوپر ایک درہم کا کفارہ لازم کر لیا تھا۔ پھر بعد میں بجائے درہم کے ایک اور درہم کا اضافہ کر دیا اور دو درہم کا معمول بن گیا پھر یہ ہمیشہ کا معمول رہا کہ کلام میں کہیں بھی قسم کھا لیتے تو درہم کا صدقہ ضرور کرتے۔

غیبت سے اجتناب اور ادائے کفارہ واحتساب آج غیبت ایک فیشن بن گیا ہے علماء و مشائخ کی غیبت، جب لکھے پڑھے یا خود کو علم سے منسوب کرنے والے بھی اس کار خیر میں مصروف اور ہمہ تن مشغول ہو جاتے ہیں تو عوام کالانعام سے شکوہ ہی بے جا ہے۔

امام اعظمؒ کو غیبت سے نفرت اور وحشت تھی۔ اس گناہ بے لذت سے مجتنب و محترز رہتے۔ ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے۔ اور کہتے کہ الحمد للہ اللہ پاک نے میری زبان کو اس نحوست کی آلودگی سے پاک رکھا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے عرض کیا۔ حضرت! لوگ آپ کی شان میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں مگر آپ سے ہم نے ان کے بارے میں مذمت کا کوئی لفظ بھی نہیں سنا۔ فرمانے لگے۔

یہ تو اللہ ہی کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

امام سفیان ثوریؒ سے کسی نے کہا کہ امام اعظم کو میں نے کبھی کسی کی غیبت کرتے

---

[۱] عقود الجمان ص ۲۲۷، ۲ و مناقب موفق ص ۱۳۰۔ [۲] عقود الجمان و مناقب موفق ص ۲۴۳

نہیں سنا۔ انہوں نے کہا، ہاں ابو حنیفہ ایسے بیوقوف نہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کو (غیبت کر کے) آپ ہی برباد کر دیں۔[۲]

مناجات ابو حنیفہ یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ پر فکر آخرت اور خوف خدا ہر وقت طاری رہتا تھا۔

ایک مرتبہ علی بن الحسین المؤذن نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ "اذا زلزلت" کی تلاوت کی۔ ہمارے ساتھ امام اعظم بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے تھے۔

جب نماز پوری ہوئی اور لوگ چلے گئے تو امام اعظم کو میں نے دیکھا کہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں گویا فکر آخرت میں مراقب ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کی مگر ابو حنیفہ کے ہمہ پہلو استغراق کی وجہ سے میں نے سوچا کہ وہ میری طرف متوجہ نہ ہو سکیں گے لہٰذا میں چل دیا مگر چراغ چھوڑ دیا جس میں تیل بھی ناکافی اور قلیل تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں حسب معمول مسجد میں حاضر ہوا دیکھا کہ امام صاحب اللہ کی بارگاہ میں کھڑے اور اپنی داڑھی کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے دعا ابتہال و تضرع اور بڑی عاجزی کے ساتھ مصروف مناجات ہیں۔

اے بار الٰہا! جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا آپ اس کی پوری پوری جزا مرحمت فرما دیں گے۔ اور جس کسی نے بھی ذرہ بھر بھی بدی کی ہو گی آپ اس کی سزا دیں گے۔ اپنے بندۂ ضعیف نعمان کو جہنم کی آگ سے بچائیے اور چھوٹی بڑی ہر برائی سے نجات دلائیے

---

[۱] [illegible] النعمان ص ۲۲ [۲] اس پر مجھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا مقولہ یاد آیا تھا جو اور جو اللہ فیہ [illegible] رہا، بہرحال بات ذہن کی ہے فرما رہے تھے غیبت کرنے کی طرح غیبت سننا بھی گناہ ہے کہ کبھی کہیں حضرت شیخ الاسلام اگر غیبت شروع کر دے ارشاد فرمایا مجلس سے اٹھ جانا چاہئے جب غیبت کی باتیں ختم ہو جائیں تو پھر واپس ہو جانا چاہئے۔ مرشد اشرف کی مجلس باران رحمت ہے لیکن جب ہمیں ذرا بات شروع ہوتی ہے تو سب اٹھ جاتے ہیں اور پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور اپنی وسعت رحمت میں پناہ عطا فرمائیے۔

علی بن حسین نے کہا کہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قریب ہوا دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور امام صاحب بارگاہ صمدیت میں کھڑے مصروف مناجات ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ تم شاید اپنا چراغ اٹھانے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔

حضرت! شب گذر چکی ہے اور میں حسب معمول صبح کی اذان بھی دے چکا ہوں۔

ابو حنیفہؒ سمجھ گئے کہ اس نے میری ساری حالت کا مشاہدہ کر لیا ہے بے اختیار منت اور بڑے الحاح سے فرمانے لگے۔

اُکْتُمْ عَلَیَّ مَا رَأَیْتَ — خدارا! جو کیفیت تم نے دیکھی ہے اسے پردہ میں رکھنا۔

اس کے بعد ابو حنیفہؒ سنبھل گئے، دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھے رہے حتیٰ کہ نماز کھڑی ہوئی تو انہوں نے بھی ہمارے ساتھ نماز با جماعت ادا کی اور میرا یقین ہے کہ ابو حنیفہؒ نے یہ نماز فجر اول لیل (عشاء) کے وضو کے ساتھ ادا فرمائی[1]

ابو حنیفہ الجھے ہوئے مسئلوں کو توبہ و استغفار سے سلجھا لیتے

ابو جعفر بلخی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے ثقہ راویوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب امام اعظم ابو حنیفہؒ پر کوئی مسئلہ مشتبہ ہو جاتا اور اس کا حل بظاہر نہ سوجھتا تو اپنے تلامذہ سے فرماتے یہ مشکل اور علمی مسئلہ کا اشتباہ میرے گناہوں کی وجہ سے پیش آیا ہے تو استغفار شروع کر دیتے۔ اکثر معمول یہ تھا کہ ایسی صورت پیش آجانے کے وقت مجلس سے اٹھ جاتے۔ وضو بناتے دو رکعت نماز توبہ پڑھتے پھر کثرت سے استغفار کرتے جس کی برکت سے مسئلہ سلجھ جاتا اور اس کا حل اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے

---

[1] وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۳ وعقود الجمان ص ۲۲۵ و مناقب موفق ص ۲۱۵

اور بڑی بشاشت اور مسرت سے فرماتے کہ میں نے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کیا۔ گناہوں سے توبہ کی تو اللہ پاک نے فضل فرمایا توجہ کی اور مسئلہ حل ہوگیا۔

فضیل بن عیاض کو جب یہ خبر پہنچی تو بے اختیار ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ بہت روئے اور ابو حنیفہ کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ [1]

ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں

امام اعظم ابو حنیفہؒ ایک دفعہ حسب معمول اپنی دکان پر تشریف لے گئے تو خادم نے کپڑوں کے تھان نکال کر سامنے رکھے اور تفاؤل کے طور پر کہا خدا ہم کو جنت دے امام ابو حنیفہؒ پر اس جملہ سے رقت طاری ہوئی اس قدر روئے کہ شانے تر ہو گئے۔ خادم سے فرمایا کہ دکان بند کر دو۔ خود چہرہ پر رومال ڈال کر کسی طرف نکل گئے۔ دوسرے روز جب دکان پر تشریف لائے تو خادم سے فرمایا۔

بھائی! ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہوں۔ [2]

حضرت عمر فاروقؓ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز اگر مجھ سے نہ مواخذہ ہو نہ انعام ملے تو میں بالکل راضی ہوں۔"

سقوط العالم سقوط العالَم

ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کسی گلی سے گذر رہے تھے کہ دیکھا ایک چھوٹا بچہ مٹی اور کیچڑ سے کھیل رہا تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے اس کو کیچڑ میں کھیلنے سے منع فرمایا اور کہا دیکھو پیارے! پھسل جاؤ گے ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی۔

تو اس بچے نے امام صاحب کے جواب میں کہا۔

۱؎ عقود الجمان صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹ ۲؎ ایضاً صفحہ ۲۲۷

حضرت! مجھے اپنے پھسلنے کا اندیشہ نہیں کہ میرے گرنے سے میرے جسم کو ضرر پہنچے گا
فرد کا نقصان ہوگا مگر مجھے تو اپنے سے زیادہ آپ کے پھسلنے کا اندیشہ ہے کہ آپ کی لغزش
سے ایک جہان کی لغزش ہوگی۔

فان فی سقوط العالم سقوط العالم [1]

کہ ایک عالم کے پھسلنے رب راہ ہونے سے سارا جہان پھسل جائے گا یعنی بے راہ ہو جائے گا۔

خدانخواستہ اگر تم پھسل گئے تو پورے دین اور اہلِ اسلام کا ضرر ہوگا۔
امام اعظم ابوحنیفہؒ پر چھوٹے بچے کی یہ حکمت بھری نصیحت اثر کر گئی اسے ہمیشہ کے لیے پلے باندھ لیا۔ اور اپنے تلامذہ سے تاکیداً کہا کرتے تھے دیکھو مسائل تحقیق و استنباط میں حتی المقدور بھرپور کوشش کرو کہ عالم کی لغزش پورے عالم کی لغزش ہے۔

دلجمعی اور فراغ خاطر افادہ و استفادہ

ایک شخص نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقہ حاصل کرنے میں کیا چیز معین مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔
فرمایا "دلجمعی اور فراغ خاطر"
انہوں نے عرض کیا۔
دلجمعی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا "تعلقات کم کئے جائیں۔
عرض کیا گیا تعلقات کیونکر کم ہو سکتے ہیں۔
فرمایا! انسان ضروری چیزیں لے لے اور غیر ضروری چھوڑ دے۔

---

[1] در مختار ج ۱ ص ۵

ایک دفعہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ علم فقہ سے آپ کیونکر مستفیض ہوئے۔ ارشاد فرمایا۔

مَا بَخِلْتُ بِالْاِفَادَہ وَلَا اسْتَنْکَفْتُ عَنِ الْاِسْتِفَادَہ

میں نے علم کی اشاعت وتدریس میں کبھی بخل نہیں کیا اور علم حاصل کرنے میں کبھی سستی وغفلت پہلو تہی اور اعراض وانکار سے کام نہیں لیا۔ [1]

عبرت پذیری | مسعر بن کدام سے روایت ہے کہ ایک روز ہم امام اعظم کے ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک امام صاحب کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آگیا جسے ابوحنیفہؒ نے نہیں دیکھا تھا۔ لڑکا چیخ اٹھا اور کہا۔

یَا شَیْخُ اَمَا تَخَافُ الْقِصَاصَ یَوْمَ الْقِیَامَہ

اے محترم! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے۔

امام اعظم نے لڑکے کی یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گئے۔ مسعر کہتے ہیں میں نے سنبھالا دیا کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو میں نے عرض کیا۔ "ایک لڑکے کی بات پر اس قدر دل گرفتگی اور بے قراری کی شدت کیوں بڑھ گئی۔ امام اعظم نے فرمایا

اَخَافُ اَنَّہٗ لُقِّنَ [2]

کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کی خلوت وجلوت یکساں تھی | داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں بیس سال تک امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہا پس اس مدت میں میں نے ان کو خلوت اور جلوت میں

---

[1] درمختار ج ۱ صہ
[2] عقود الجمان صہ ۲۲۹

ننگے سر اور پاؤں لمبے کئے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں نے امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ:۔

اے امام محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو کیا مضائقہ ہے۔

فرمایا، خلوت میں ادب کو ملحوظ رکھنا بہ نسبت جلوت کے بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔[1]

سو بار اللہ تعالیٰ کی زیارت و ملاقات اور نجات اخروی کی جامع دعا

امام اعظم ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ننانوے مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اب کے بار دل میں سوچا کہ اگر ایک دفعہ اور بھی خدا تعالیٰ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے تو باری تعالیٰ سے دریافت کروں گا کہ روز قیامت تیری گرفت اور عذاب سے کس ذریعہ سے نجات حاصل کر سکے گی۔ سو خدا کا فضل ہوا کہ ایک مرتبہ پھر خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہو گئی تو میں نے مندرجہ بالا درخواست عرض کر دی۔ جواب میں ارشاد ہوا جس نے صبح و شام یہ وظیفہ پڑھا اس کو میرے عذاب سے آخرت میں نجات مل جائے گی۔

سبحان اللہ الابد الابد	سبحان اللہ الواحد الاحد
سبحان اللہ الفرد الصمد	سبحان اللہ رافع السماء بغیر عمد
سبحان من بسط الارض علی ماء جمد	سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد
سبحان من خلق الارض فاحصاہم عدد	سبحان من لم یتخذ زوجۃ ولا ولد
سبحان الذی لم یلد ولم یولد	ولم یکن لہ کفواً احد[2]

مستجاب الدعوۃ ہونے کی دعا

لکھا ہے کہ ایک عازم حج بیت اللہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مسئلہ دریافت کیا کہ مشاہدہ بیت اللہ کے اولین مرحلہ

---

[1] حدائق الحنفیہ ص۷۲
[2] عقود الجمان ص۳۶۵

میں کونسی دعا پڑھنی چاہئے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے مشاہدہ کے وقت اول نظر پڑتے ہی جو دعا پڑھی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ امام اعظمؒ نے فرمایا۔

بان یدعوا اللہ عند مشاھد البیت باستجابۃ دعائہ فان استجیبت ھذہ الدعوۃ صار مستجاب الدعوۃ [۱]

کہ مشاہدہ بیت اللہ کے اولین مرحلہ پر اپنے مستجاب الدعوۃ ہونے کی دعا کرے اگر یہ دعا قبول ہوگئی تو پھر کوئی دعا بھی ایسی باقی نہ رہے گی جو قبول نہ ہو۔

شکر و امتنان کا اہتمام زیاد بن حسن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں ایک رومال بطور تحفہ بھیجا جس کی قیمت تین درہم تھی امام اعظمؒ نے میرا بھیجا ہوا ہدیہ تو قبول فرمایا۔ اس سے میری حوصلہ افزائی اور دلجوئی ہوئی مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے میرے پاس خز کے کپڑے کا ایک ایسا گراں قدر ٹکڑا بھیجا جس کی قیمت پچاس درہم تھی [۲]

ائمہ مجتہدین کا مقام قرب و ولایت ذیل میں ارباب بصیرت اور علمی ذوق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لئے بطور علمی تکملہ کے فقہاء مجتہدین اور امام اعظم کے بعض اہم الفضائل بلکہ ام الفضائل کا تذکرہ حضرت العلامہ مفتی عطا محمد صاحب مدظلہ (چودہوال) کی توجہ دلانے پر ان کے شکریہ کے ساتھ درج کر دیا جاتا ہے۔

(۱) مجتہدین کا کمل اولیاء اللہ سے ہونا اور صاحب کشف سری ہونا، جب کہ علامہ شعرانی نے مقدمہ میزان کبریٰ میں مفصل تحریر کیا ہے اور مقرر عند اھل الکشف ہے کہ اعلیٰ کشوف میں سے کشف وجدانی ہے یعنی وجدان صحیح جس کا خاصہ ہے اصابت

---

[۱] بحر الرائق کتاب الحج ج ۲ صہ ۳۲۶ [۲] عقود الجمان صہ ۲۳۶ و مناقب موفق ج ۱ صہ ۲۳۷

رائے کا"۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ، جبکہ ارباب وجدان صحیح تھے تو ان کو لسان نبوت سے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم کی سند ملی اور اسی بنا پر علامہ شعرانی مقدمۂ میزان میں عقیدہ "کل مجتہد مصیب" (یعنی فی حکم الشرع) کو مدلل کرتے ہیں

(۳) حکم مظنون للمجتہد معلوم قطعی ہے، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیۂ بیضاوی میں ذیل آیۃ وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون کے فرماتے ہیں الحکم المظنون للمجتہد یجب العمل بہ للدلیل القاطع اعنی الاجماع وکل عمل یجب العمل بہ قطعا علم قطعا انہ حکم اللہ تعالی والالم یجب العمل بہ قطعا وکل ما علم قطعا انہ حکم اللہ تعالی فھو معلوم قطعا فالحکم المظنون للمجتہد معلوم قطعا کذا فی شرح المنہاج ص۵۲

| ابوحنیفہ کا نذرانۂ عقیدت بارگاہ رسالت میں |

ذیل میں امام اعظم ابوحنیفہ کے عربی اشعار جو بارگاہ رسالت میں بطور ہدیۂ عقیدت کے پیش کئے گئے ہیں نقل کر دیئے جاتے ہیں کہ احسانی کیفیات عشق رسولؐ ہی سب سے بڑی دولت ہے، جس نے امام اعظمؒ کو قدرت نے مالا مال کر دیا تھا۔

۱ یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا ـــ أَرْجُوا رِضَاكَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَا...

۲ وَاللهِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ ـــ قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَا...

۳ أَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ ـــ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَا...

۴ أَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ ـــ مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ أَبَا...

۵ وَبِكَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ ـــ بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَا...

۶ وَدَعَاكَ أَیُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ ـــ فَأُزِیْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِیْنَ دَعَا...

۷ وَبِكَ الْمَسِیْحُ أَتٰی بَشِیْرًا مُخْبِرًا ـــ بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَا...

۸ وَكَذَاكَ مُوسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا ... بِكَ فِي الْقِيٰمَةِ مُحْتَمِيْ بِحِمَاكَ

۹ وَهُوْدٌ وَّيُوْنُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا ... وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ

۱۰ قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَآءِ ... طُرًّا فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرَاكَ

۱۱ وَاللّٰهِ يَا يٰسِيْنُ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ ... فِي الْعٰلَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ اَنْبَاكَ

۱۲ عَنْ وَّصْفِكَ الشُّعَرَآءُ يَا مُدَّثِّرُ ... عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ

۱۳ بِكَ لِيْ قُلَيْبٌ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِيْ ... وَحُشَاشَةٌ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ

۱۴ يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى ... جُدْ لِيْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِيْ بِرِضَاكَ

۱۵ اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ ... لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ

۱۶ صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى ... مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰى مَثْوَاكَ

۱۔ اے سرداروں کے سردار! میں آپ کے حضور آیا ہوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار، آپ کی پناہ کا طالب گار۔

۲۔ اللہ کی قسم اے بہترین خلائق! میرا دل صرف آپ کی محبت سے لبریز ہے۔ وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔

۳۔ آپ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا اور اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتیں۔

۴۔ آپ وہ ہیں کہ جب حضرت آدمؑ نے آپ کا توسل اختیار کیا اپنی لغزش پر، تو کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپ کے جد بزرگوار ہیں۔

۵۔ اور آپ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے دُعا کی تو ان کی آگ سرد ہو گئی، وہ آگ آپ کے نور کی برکت سے بجھ گئی۔

۶۔ اور حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری میں آپ کے وسیلے سے دُعا کی تو ان کی دُعا مقبول ہوئی اور بیماری دُور ہو گئی۔

۷۔ اور آپ ہی کے ظہور کی خوشخبری دی کہ حضرت مسیحؑ آئے انھوں نے آپ کے حُسن و جمال کی مدح و ثنا کی اور آپ کے رتبۂ بلند کی خبر دی۔

۸۔ اور اسی طرح حضرت موسٰیؑ بھی آپ کا وسیلہ اختیار کیے رہے اور قیامت میں بھی آپ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے۔

۹۔ اور حضرت ہودؑ اور حضرت یونسؑ نے بھی آپ ہی کے حُسن سے زینت پائی اور حضرت یوسفؑ کا جمال بھی آپ ہی کے جمال باصفا کا پرتو تھا۔

۱۰۔ اے طٰہٰ لقب! آپ کو تمام انبیا پر برتری حاصل ہوئی۔ پاک ہے وہ جس نے ایک رات کو اپنے ملکوت کی سیر کرائی۔

۱۱۔ خدا کی قسم اے یٰسین لقب! آپ جیسا تو تمام مخلوق میں کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اُسی کی جس نے آپ کو خبر دیا۔

۱۲۔ اے کمل والے! آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعرا عاجز ہو گئے، آپ کے اوصاف عالیہ
سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔

۱۳۔ میرے سرکار! میرا ضمیر، دل آپ ہی کا شیدا ہے اور میرے اندر تو آپ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔

۱۴۔ اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر! اے حاصل کائنات! مجھے اپنی بخشش و عطا سے نوازیے اور اپنی خوشنودی کا

۱۵۔ میں آپ کے جود و کرم کا دل سے طلبگار ہوں کہ اس جہان میں ابوحنیفہ کے لیے آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

۱۶۔ اے ہدایت کے علم سربلند! مشتاقانِ زیارت کے شوق بے حد کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود و سلام آپ پر نازل

○

زہد و قناعت، کسبِ حلال، حزم و احتیاط سخاوت و ایثار، اور قیامت کا استحضار!

امام ابو حنیفہ نے بادشاہ کا نذرانہ ٹھکرا دیا

عباسیوں کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور نے ایک دفعہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس رقم کا ایک گراں قدر عطیہ بھیجا۔ مگر حضرت امام صاحب نے لینے سے انکار کر دیا۔ مشورہ دینے والوں نے مشورہ دیا، خلیفہ منصور سے لے لیجئے اور

تصدق بہا — لے کر خیرات کر دیجئے۔

ناصحین مخلصین کے جواب میں حضرت امام ابو حنیفہ نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ

او عندهم شئ حلال — کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے۔

او عندهم شئ حلال — کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ جب ابو حنیفہ نے عہدۂ قضا کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو خلیفہ منصورؒ نے امام صاحبؒ کو ننگا کر کے تیس کوڑے لگوائے جب عوامی ردعمل کی شدت دیکھی تو ہر کوڑے کے بدلے ہزار درہم کے حساب سے تیس ہزار درہم کا ہدیہ پیش کیا مگر ابو حنیفہ نے ٹھکرا دیا (مناقب موفق ۱۹۵/۱)

مشتبہ کھانے سے اجتناب ایک دفعہ لوٹ کی بکری اہلِ کوفہ کے بکریوں میں شا
ہوگئی جس کا امتیاز نہ کیا جاسکا۔ اور وہ ریوڑ سے علیحدہ کرکے اپنے مالکان کے حوالے نہ
جاسکی۔ اب اندیشہ تھا کہ ممکن ہے کہ کبھی قصاب اس بکری کو بھی خرید کر بازار میں اس کا
گوشت فروخت کریں۔ اس طرح لوٹ کی بکری کا گوشت لوگوں کو کھلادیں۔ چنانچہ اس
گوشت کے کھانے سے بچنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں سے پوچھ
ایک بکری کتنی مدت تک زندہ رہ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا سات سال تک۔ تو آپ نے
سات سال تک اہلِ کوفہ سے بازار کا گوشت خرید کر کھانا ترک کردیا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے دو پسندیدہ شعر بنی امیہ کے طاغیہ حجاج بن یوسف اور عباسیوں کے طاغ
ابومسلم خراسانی کی طغیانیوں، سرکشیوں، مظالم اور بے رحمی
کے خونیں مناظر، کھلے ہوئے جیل خانوں کی آہ و بکا اور شور و ہنگامہ کے ہیبت ناک
تصور سے اچھے اچھوں کے ارادے پست ہوجاتے تھے۔ خدا جانے کتنے شیر بیشۂ آزاد
حریت کو خوف و ہراس اور طمع و لالچ نے روبہ مزاجی پہ مجبور کردیا تھا۔ مگر امام اعظم
ابوحنیفہؒ حکومت سے مستغنی اور بے نیاز رہے۔ اور اس زمانہ میں کثرت سے یہ دو شعر
پڑھا کرتے تھے ؎

عطاء ذی العرش خیر من عطائکم — وسیبہ واسع یرجی وینتظر
وانتم یکدر ما تعطون منّکم — واللہ یعطی بلا منّ ولا کدر[2]

ترجمہ:- عرش والے کی داد اور بخشش تمہاری داد و دہش سے بہتر ہے اس کا ابر کر
بہت فراخ ہے جس سے امیدیں وابستہ ہیں اور جس کے منتظر ہیں مگر (حکمرانو) تم لوگ جو
دیتے ہو اس کو گدلا کرکے دیتے ہو تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدر کردیتا ہے۔

صہ ۳۴۳
[1] ریاض اخبار المنتخبہ من ربیع الابرار بحوالہ الحدائق الحنفیہ صہ، وعقود الجمان صہ ۲۲۳ [2] مناقب موفق

حق تعالیٰ جب دیتے ہیں تو اس کے احسان ہیں نہ جتلانے کی اذیت ہوتی ہے اور نہ کدورت[1]

حاسدین کا جواب | جو شخصیت جس قدر باکمال اور مقبول عنداللہ ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے جو درخت پھل دار ہوتا ہے پتھر بھی اسے مارے جاتے ہیں۔ لا یرمیٰ شجر الا ذو ثمر

خود امام صاحب کی زندگی میں جب معاندین و حاسدین کی طرف سے آپ کو رنج پہنچتا تو یہ شعر پڑھا کرتے ہے

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم　　قبلی من الناس اھل الفضل قد حسدوا

فدام لی ولھم مابی وما بھم　　ومات اکثرنا غیظاً بما یجدوا[2]

ترجمہ:- اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ اہل فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں میرا اور ان کا یہی شیوہ رہا ہے وہ اپنے حال پر قائم رہیں اور میں اپنے حال پر اور ہم سے اکثر لوگ حسد کر کر کے مر گئے ہیں۔

امام یحییٰ بن معین کی حقیقت پسندی | یہاں پر یہ نامناسب نہ ہو گا کہ ہم حضرت یحییٰ بن معین کے گنگنانے ہوئے اشعار بھی نقل کر دیں کہ جب کوئی شخص ان کے سامنے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے حسد و عداوت کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی کرتا یا برائی کے ساتھ ان کا ذکر کرتا تو امام یحییٰ فرمایا کرتے

حسدوا الفتیٰ اذا لم ینالوا فضلہ　　فالقوم اعداء لہ وخصوم

لوگوں نے اس نوجوان (ابوحنیفہ) سے حسد کیا جب کہ اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے۔

---

[1] مناقب ابوحنیفہ صہ ۲۲۳ [2] عقود الجمان صہ ۲۹۶ و تاریخ بغداد

كضرائر الحسناء قلن لوجهها حسداً و بغياً انها لذميم[1]

جس طرح خوبرو عورت کی سوکنیں اس کے خاوند سے حسد اور زیادتی کرتی ہوئی یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بد صورت ہے۔

ہزار جوتوں کا تحفہ اور تقسیم علی بن جعد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی حاجی نے امام صاحب کی خدمت میں جوتوں کے ایک ہزار جوڑوں کا ہدیہ بھیجا۔ امام اعظم نے انہیں قبول تو فرما لیا مگر اپنے مشائخ، علماء، تلامذہ اور محبین و مخلصین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیے۔ دو ایک روز بعد امام صاحب کو اپنے بیٹے کے لئے جب جوتے خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور بازار تشریف لے جانے لگے تاکہ اپنے بیٹے کے لئے جوتا خرید لیں۔ تو امام صاحب کے مشہور بصری شاگرد یوسف بن خالد سمتی نے عرض کیا حضرت آپ کی خدمت میں تو کل جو ایک ہزار جوتوں کا ہدیہ بھیجا گیا تھا اس کے ہوتے ہوئے پھر نئے جوتے لینے کی کیا ضرورت پڑی۔ فرمانے لگے۔

بھائی! ان جوتوں میں ایک جوڑا بھی میری ذات کے لئے نہیں لیا گیا اور نہ ہی میرے گھر بھیجا گیا۔ بلکہ گھر جانے سے قبل قبل میں نے انہیں اپنے رفقاء، علماء اور تلامذہ میں تقسیم کر دیا۔[2]

باہمی مروت کے فقدان پر اظہار افسوس عبد اللہ بن بکر سہمی سے روایت ہے کہ مکہ کے راستے میں میرے رفیق سفر جمال نے میرے ساتھ کچھ رقم کے بارے میں تنازعہ کیا۔ بات بڑھ گئی تو وہ مجھے امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں کھینچ کر لے گیا۔ جب انہوں نے ہم سے مقدمہ کی نوعیت دریافت کی تو ہم نے اصل مقدار رقم میں اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے تو امام صاحب بشدت ہو کر فرمانے لگے۔

---

[1] ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۶۲ [2] عقود الجمان ص ۲۳۶ و مناقب موفق ص ۲۳۴

بھائی! کتنی رقم ہے جس میں تم لوگ اس قدر تنازعہ کر رہے ہو۔ میرے ساتھی جمال نے عرض کیا "چالیس درہم!"

امام صاحب فرمانے لگے "عجیب بات ہے لوگوں میں باہمی مروت، اخوت اور مواساۃ ختم ہو چکے ہیں"

مجھے تو ابو حنیفہؒ کے اس ارشاد سے بے حد شرمندگی ہوئی۔ مگر امام صاحب نے اپنی جیب خاص سے ۴۰ درہم نکال کر جمال کے حوالے کر دیے اور اس طرح ان کے جود وسخا اور لطف عنایت سے تنازعہ ختم ہو گیا۔[۱]

ابراہیم کا قرضہ تنہا میں ہی ادا کروں گا

ایک مرتبہ مشہور امام ابراہیم بن عیینہ لوگوں کے قرضوں کی وجہ سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔ امام اعظم کو ان کے محبوس ہونے کی خبر پہنچی تو بے حد رنجیدہ ہوئے۔ اور ان کے متعلقین سے دریافت کیا کہ ان کے ذمہ کتنا قرض ہے۔ بتایا گیا کہ ۴ ہزار درہم سے بھی زیادہ ہے۔ امام صاحب نے پوچھا تو کیا اس کو آزاد کرانے اور اس کا قرضہ چکانے کے لئے کسی اور سے بھی قرض رقم لی گئی ہے؟ جب جواب مثبت ملا تو فرمایا سب کو رقم واپس کر دو۔ ابراہیم کا سارا قرضہ تنہا میں ہی ادا کروں گا۔ چنانچہ سب کے قرضے واپس کر دئے گئے اور امام صاحب نے تنہا ان کی ساری رقم ادا کر دی۔[۲]

دروازے پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے!!

امام اعظم ابو حنیفہ کی "مجلس البرکۃ" کا ذکر، تذکرہ و سوانح کی متعدد کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ذیل میں اسی سلسلہ کا ایک واقعہ جسے امام اعظمؒ کے اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے، درج کیا جاتا ہے۔ جس سے امام ابو حنیفہؒ کی قیام گاہ کے "مجلس البرکۃ" کے

---

[۱] عقود الجمان صـ ۲۳۷ و موفق صـ ۲۳۹ [۲] عقود الجمان صـ ۲۳۰ و موفق صـ ۲۴۰

نام سے مشہور ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

لکھا ہے کہ کوفہ میں ایک صاحب بڑے خوشحال تھے مگر ایام بدلے اور بیچارے زمانے کی گردش میں مبتلا ہو گئے۔ فقر و تنگ دستی کا دور آیا۔ مگر تھے بڑے غیرت اور حمیت والے جس طرح بھی گذر رہی تھی گذار رہے تھے۔ اتفاق سے ایک روز اس کی چھوٹی بچی "تازہ" ککڑیوں کو دیکھ کر چلاتی ہوئی گھر آئی۔ ماں سے ککڑی لینے کے لئے پیسے مانگے مگر افلاس تھا ماں بچی کی مراد کب پوری کر سکتی تھی۔ بچی بلبلا رہی تھی اس کا باپ بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ سے امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مجلس البرکۃ میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا کہ مجلس البرکۃ امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کا نام تھا۔ لیکن جس نے کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگا تھا آج بھی اس کی زبان نہ کھل سکی۔ حیا و شرم اور حمیت مانع رہی آخر بے چارہ یوں ہی اٹھ کر چلا گیا۔

لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اس کے چہرے سے اس کو تاڑ لیا تھا کہ اسے کوئی حاجت ہے مگر شرافت اس کے اظہار سے مانع ہے جب وہ شخص گھر چلا تو امام ابو حنیفہؒ بھی چپکے سے اس کے پیچھے ہو لئے جس گھر میں وہ داخل ہوا اس کو خوب پہچان لیا رات آئی اور جب کافی بیت گئی تو امام ابو حنیفہؒ اپنی آستین میں پانچ سو درہم کی تھیلی دبائے اس صاحب حاجت کے دروازہ پر پہنچ گئے کنڈی کھٹ کھٹائی جب وہ قریب آیا تو ابو حنیفہ نے جلدی سے وہ تھیلی اس کے دروازہ کی چوکھٹ پر رکھدی اور خود اندھیرے میں الٹے پاؤں یہ کہتے ہوئے واپس لوٹے:

"دیکھو تمہارے دروازہ پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے"

اس نے اندر جا کر تھیلی کھولی تو اس کے اندر ایک پرزہ پایا جس پر لکھا ہوا تھا۔

هذا المقدار قد جاء به ابو حنيفه اليك من	ابو حنیفہ یہ رقم لے کر تیرے پاس آیا تھا یہ حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی

وجہ حلال فلیفرغ بالا[1] ہے چاہیے کہ اس سے اپنے قلب کی فراغت میں کام لو۔[2]

قناعت و توکل اور استغناء

ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ نے جب امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں مسلسل سینکڑوں کے تحائف و ہدایا اور نذرانے پیش کئے اور امام صاحب نے بڑی بے نیازی سے ٹھکرا دیے تو ابو جعفر منصور نے امام صاحب سے گلہ کیا ہے دربار میں آنے اور ملاقات کا موقع بخشنے کی درخواست کی۔ جواب میں امام ابو حنیفہ نے ان کے دربار میں بھی وہی اشعار دہرائے جو والئی کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے دربار میں کہے تھے ؎

کسرۃ خبز و کعب ماء　　وفرد ثوب مع السلامہ

خیر من العیش فی نعیم　　یکون بعدھا الملامہ[3]

ترجمہ۔ کھانے کے لئے روٹی کا ٹکڑا اور پینے کے لئے پانی کا پیالہ اور تن ڈھانپنے کے لئے موٹا جھوٹا کپڑا مل جائے اور ایمان کی سلامتی اور عافیت حاصل رہے تو یہ اس سے

---

[1] الموفق ص ۲۴۴ [2] شاید کوئی یہ شبہ کرے کہ جب ظہور سے اخفاء اولیٰ ہے یا ابو حنیفہ ایسے معاملات میں اپنے کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے تو پھر یہ پرزہ تھیلی میں کیوں ڈالا۔ لکھنے والوں نے یہاں بہت سی توجیہات لکھی ہیں مگر بات ظاہر ہے کہ ہر قسم کے مال میں بیسیوں احتمالات ہو سکتے تھے اور ان احتمالات کی وجہ سے ممکن تھا کہ بے چارہ خرچ کرنے سے ہچکچاتا یا خرچ کرنے کے بعد دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے رہتے کہ کون دے گیا تھا؟ کیوں دے گیا؟ کوئی دھوکہ تو نہیں دینا چاہتا؟ کوئی کسی الزام میں گرفتار کرانا چاہتا ہو گا؟ مگر اس پرزے کے بعد یقیناً اس کو اطمینان ہو گیا ہو گا یا آئندہ کے لئے اس کو بتانا مقصود تھا کہ تم حاجت لے کر آؤ گے تو یہاں سے کبھی نقد ہی ضرور پاؤ گے۔ [3] عقود الجمان ص ۳۰۶ و مناقب موفق ص ۳۵۲

کہیں بہتر ہے کہ عیش و عشرت میں زندگی گزاری جائے اور بعد اس کے ملامت و ندامت ہو۔

فارسی میں ضیاء گیلانی نے ان کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

کوزۂ آب پارۂ نانے — جامۂ چند باتن و جانے

ہست بہتر ہزار بار ز عیش — کآورد عاقبت پشیمانے[1]

بیس دینار کے دو کپڑے اور ایک دینار کی نقدی

ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت! مجھے دو اچھے کپڑوں کی ضرورت ہے کیا ہی بہتر ہو تاکہ آپ میرے ساتھ احسان فرماتے ہوئے ازروئے مروت و ہمدردی میری مدد فرماتے۔ مجھے نکاح اور شادی کا مسئلہ درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر اچھا جوڑا پہن لوں تاکہ سسرال میں کچھ عزت بن سکے۔

امام اعظم نے فرمایا۔ بھائی دو ہفتے صبر کرو۔ چنانچہ دو ہفتوں کے بعد جب وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو امام صاحب نے اس نوجوان کو دو قیمتی کپڑے عنایت فرمائے جن کی اس زمانے میں بیس دینار قیمت تھی اور اس کے ساتھ ایک دینار نقد رقم کا عطیہ بھی مرحمت فرمایا۔

نوجوان خلاف توقع اس قدر قیمتی سوغات اور نقدی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ امام صاحب بھی اس کی حیرت کو سمجھ گئے اور فرمایا۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہ تو تمہاری اپنی رقم ہے تمہارا اپنا مال ہے۔ جو یوں کہ میں نے اپنی طرف سے کچھ سامان تمہارے نام سے اپنے سامان تجارت میں بغداد بھیج دیا چنانچہ وہ فروخت ہو گیا جس کے منافع میں آپ کے لئے یہ بیس دینار کے دو کپڑے لے لئے گئے۔ اور ایک دینار کے رقم کی نقدی بھی بچ گئی اور مجھے اپنا اصل راس المال بھی واپس

---

[1] امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی

موصول ہو گیا ہے۔

لیجئے بھائی! اگر آپ اسے قبول کریں گے تو فبہا ورنہ میں ان کپڑوں کو بیچ دوں گا اور
تمہاری طرف سے اتنی رقم اور ایک دینار کا صدقہ کر دوں گا۔[۱]

قاضی ابن ابی لیلیٰ کی چھ غلطیاں اطاعت حکم اور امانت کی ایک مثال

محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کوفہ میں منصب قضا پر تیس برس تک فائز رہے بعض اوقات حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بطور اظہار حق ان کے فیصلوں میں اصلاح طلب امور کی نشان دہی فرما دیتے تھے۔ مذکور قاضی صاحب کی عدالت اور فیصلے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی صاحب مجلس قضاء سے فارغ ہو کر اٹھے تو جاتے ہوئے راستہ میں دیکھا کہ ایک عورت کسی شخص سے لڑ جھگڑ رہی ہے اور آپ نے سنا کہ اس عورت نے اسے یوں گالی دی۔

یا ابن زانیین — اے زانی مرد اور زانیہ عورت کے بیٹے

قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس عورت کو گرفتار کر لیا جائے خود واپس لوٹے مسجد میں تشریف لاتے فیصلہ دیا کہ اس عورت کو کھڑا کر کے حدِ قذف (اسّی کوڑے) لگائی جائے اور اسے دو حدوں کے درّے (۱۶۰ کوڑے) مارے جائیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کو اس واقعہ کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو ارشاد فرمایا کہ قاضی صاحب نے فیصلہ میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

اول۔ یہ کہ انہوں نے مجلس قضا سے فارغ ہونے اور اٹھ جانے کے بعد فیصلہ دیا۔

دوم۔ یہ کہ مسجد کے اندر حد جاری کی حالانکہ مسجد میں حد جاری کرنا ممنوع ہے۔

سوم۔ یہ کہ عورت کو کھڑا کر کے حد لگائی حالانکہ عورت کو بٹھا کر حد لگانے کا حکم ہے۔

---

[۱] عقود الجمان صہ ۲۰۴ و مناقب موفق صہ ۲۴۱

چہارم۔ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں لگانے کا حکم دیا حالانکہ ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم ہونی چاہیے تھی۔

پنجم۔ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں اکٹھی لگائیں اگر بالفرض کسی پہ دو حدیں لازم بھی ہوں تو ایک ساتھ نفاذ کے بجائے اس پہ ایک حد کے اثرات ختم ہونے کے بعد دوسری حد لگائی جاتی ہے۔

ششم۔ یہ کہ حدّ قذف میں مقذوف کی طرف سے قاذف پر دعویٰ شرط ہے اور مذکورہ صورت میں جب مقذوف شخص (جسے گالی دی گئی تھی) اس نے حدِ قذف کے مطالبہ کے لئے دعویٰ اور مطالبہ ہی نہیں کیا تو قاضی صاحب کو از خود مقدمہ قائم کرنے کا کیا اختیار تھا؟

قاضی صاحب کو اطلاع پہنچی تو سخت برہم ہوئے اور گورنر تک سے شکایت کر دی چنانچہ گورنر نے حضرت امام اعظم کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا۔ چونکہ فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے اور کوفہ میں دسیوں علماء اور بھی موجود تھے اس لئے حاکم وقت کے حکم کی امام صاحب نے تعمیل فرمائی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ گھر میں بیٹھے تھے کہ اپنی بیٹی نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ آج روزہ سے ہوں دانت سے خون نکلا اور تھوک میں مل کر حلق سے اتر گیا تو روزے کے متعلق کیا حکم ہے؟

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:۔

جانِ پدر! اپنے بھائی حماد سے اس کا حکم پوچھ لو۔ میں تو فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہوں۔

مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اطاعتِ حکم اور امانت کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ بعد میں جب خود گورنر کو بعض مشکل فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی طرف رجوع کا احتیاج ہوا تو انہوں نے ممانعت فتویٰ کا حکم بھی واپس لے لیا[1]

---

[1] حدائق الحنفیہ صد ۲، ومناقب موفق صد ۱۴۶

تیس ہزار دینار کا صدقہ

حفص بن غیاث امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ساتھ کاروبار تجارت میں شریک تھے۔ ایک مرتبہ امام صاحب نے ان کو سامانِ تجارت دے کر تجارت کی غرض سے باہر بھیجا۔ مگر ایک چیز کے بارے میں انہیں تصریح کر دی کہ اس میں عیب ہے جب خریدار آئے اور سامان فروخت کیا جائے تو اس چیز کے عیب سے خریدنے والے کو آگاہ کر دینا۔ اس قدر اہتمام و تاکید کے باوجود بھی اتفاق سے حفص بن غیاث خریدار کو عیب سے آگاہ کر دینا بھول گئے۔ بعد میں جب امام صاحب نے پوچھا کہ یہ سامان کس کے ہاتھ فروخت ہوا تو حفص کو خریدار بھی یاد نہ تھا جب حفص نے قیمت لاکر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پیش کی اور امام صاحب کے دریافت کرنے پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا تو امام صاحب نے انہیں فوراً اپنے ساتھ تجارتی اشتراک سے علیحدہ کر دیا اور سارے سامانِ تجارت کی قیمت جسے حفص نے ۳۰ ہزار دینار میں فروخت کیا تھا صدقہ کر دی تاکہ مال مشتبہ کے استعمال سے مکمل اجتناب ہو۔[۱]

ابو حنیفہؒ کے تحائف اور ہدایا سے گھبرا اٹھا!

تحفے تحائف اور ہدایا بانٹنے کا امام صاحب کو بہت شوق تھا بلکہ یہ عادت اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ایسے ہی مواقع پر بعض اوقات آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکل جاتے کہ بھائیو! حیرت کیوں کرتے ہو آخر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہی فرمانا ہے۔

انما انا خازن اضع حیث امرت — میں تو صرف خزانچی ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

محمد بن یوسف صالحی نے سفیان بن عیینہ کا براہِ راست یہ قول نقل کیا ہے۔

لقد وجّه علیّ بهدایا — میرے پاس امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے

---

[۱] عقود الجمان ص ۲۴۷ اور موفق نے اس سے ملتا جلتا ایک قصہ مناقب ج ۱ ص ۲۰۹ میں ایک غلام سے منسوب کر کے لکھا ہے۔

امتوحشت من کثرتہا۔ | تحفوں اور ہدایا کی اس قدر کثرت اور بھرمار ہوتی کہ اب اسے دیکھ کر ہیں گھبرا اٹھتا۔

پھر ابن عیینہ نے امام صاحب کی اس کثرت نوازش اور داد و دہش کی ان کے بعض تلامذہ سے شکایت بھی کی تو سننے والے نے کہا کہ آپ کے پاس اس کی کیا مقدار آتی ہے کہ آپ تنگ آ گئے ہیں۔ سعید بن ابی عروبہ کے پاس امام صاحب کے جو گراں قدر تحائف پہنچتے رہتے تھے اگر تم ان کو دیکھتے تو خدا جانے کیا کہتے۔ پھر اس نے کہا۔

ما کان یدع احدا من المحدثین الا برہ برا واسعا[1] | سیر چشمی کے ساتھ حسن سلوک کئے بغیر امام ابو حنیفہؒ کسی محدث کو نہیں چھوڑتے تھے۔

مشائخ و علماء طلبہ اور محدثین کی خدمت

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی یہ عام عادت اور ہمیشہ کا معمول بن چکا تھا کہ ہر سال میں ایک مخصوص رقم کا سامان خرید کر کوفہ سے بغداد جانے والے سامان تجارت کے ساتھ بھیج دیتے اور اسی رقم سے بغداد سے بھی سامان منگوا کر کوفہ میں فروخت کراتے اس لین دین اور تجارت سے جو آمدنی ہوتی اولاً کوفہ کے علماء مشائخ اور محدثین کے کھانے پینے اور ضرورت کا سامان خرید کر ان کے گھروں میں بھیج دیتے اس کے بعد اصل سرمایہ اور منافع کی جو رقم بچ جاتی اسے بھی انہی لوگوں میں بڑی کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے تقسیم فرما دیتے کہ

انفقوا فی حوائجکم ولا تحمدوا | اسے اپنی ضرورتوں اور حاجات میں

---

[1] عقود الجمان ص ۲۳۴ و مناقب موفق ص ۲۹۳

الا اللہ تعالیٰ فانی ما اعطیتکم من مالی شیئا ولکن من فضل اللہ علی فیکم و ھذہ ارباح بضائعکم [۱]

صرف کیجئے اور شکر و تعریف خدا کے سوا اور کسی کی نہ کیجئے کیونکہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا بلکہ آپ حضرات کی وجہ سے مجھ پر خدا کا فضل ہے اور یہ آپ ہی لوگوں کے (نامزدہ) سرمایہ کے منافع ہیں [۲]

محمد بن یوسف صالحی نے مسعر بن کدام کا ایک بیان نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بچوں کے لئے جب کوئی چیز خریدتے تو مشائخ و علماء اور محدثین و طلباء کے لئے بھی وہی چیز خریدتے ۔ خود اپنے لئے جب کوئی کپڑا بنواتے تو علماء کے لئے خصوصی جوڑے تیار کرواتے اسی طرح جب فواکہ اور پھل فروٹ کا موسم آتا تو یہ ناممکن تھا کہ ابو حنیفہؒ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے

---

[۱] عقود الجمان ص ۲۴۴ و موفق ج ۱ ص ۱۲۲

[۲] خیال یہ ہے کہ خود امام صاحب کے مال میں جو زکوٰۃ کی رقم نکلتی ہوگی اسے سرمایہ بنا کر امام صاحب بغداد وغیرہ کی تجارت کا کام کر لیتے تھے تاکہ رقم بڑھ جائے اور علماء و مشائخ اور حاجت مندوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مدد کی جا سکے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت کو بغور پڑھنے سے یہی بات مستفید ہوتی ہے اور اگر یہ خیال درست قرار دیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ فقراء کی ہمدردی کے سلسلہ میں اس تجویز و زیادتی مال کی ترکیب کے اولین موجد امام ابو حنیفہ ہی ہیں اور گذشتہ صفحات میں جو " دو کپڑے اور ایک دینار کی نقدی " کے عنوان سے ہم نے جو قصہ درج کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز زیادتی مال صرف زکوٰۃ تک محدود نہ تھی بلکہ گاہے گاہے اس میں اپنا راس المال بھی لگاتے تھے اور اس کے منافع علماء و مشائخ میں تقسیم کر دیتے تھے ۔

خرید تے اور علماء و مشائخ کو بھی ویسی ہی کپڑے خرید کر بھیجتے۔ [۱]

امام مسعر ہی نے یہ دوسری روایت بھی نقل کی ہے کہ:۔

علماء یا مشائخ اور طلبہ علوم دینیہ کے لئے امام صاحب جو چیزیں خریدتے اس میں ہمیشہ اس کا لحاظ فرماتے کہ اچھی سے اچھی اور بہتر قسم کی ہوں لیکن خود اپنے یا اپنے عیال کے لئے سامان کی خریداری میں عموماً لاپرواہی اور تساہل سے کام لیتے [۲]

کسی پر کوئی مصیبت آتی تو ابو حنیفہ امداد کے لئے کھڑے ہوتے

جہاں تک تلامذہ و مستفیدین اور حاضر اصحاب کے ساتھ احسان و مروت اور عطا و نوال کا معاملہ تھا اس کی نوعیت تو کچھ ایسی تھی کہ آج کے بے ہنگم دور میں ایسے واقعات کی صداقت پر سوائے حیرت کے اور کچھ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا لکھا ہے کہ

"ہر طالب علم اور اپنے ہر تلمیذ سے پوشیدہ طور پر اس کے حالات دریافت کرتے، اگر کوئی ضرورت ہوتی تو اس کی تکمیل فرما دیتے۔ جو ان میں بیمار ہوتا یا طلبہ کے اقرباء، والدین اور خویش و اقارب میں کوئی بیمار ہوتا تو ان کی عیادت کرتے جن کا انتقال ہو جاتا تو ان کے جنازے میں شرکت کرتے کسی پر کوئی مصیبت آپڑتی تو امداد کے لئے کھڑے ہو جاتے [۳]

یوسف بن خالد تلمیذ ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ:۔

"امام اعظم ابو حنیفہ اپنے تلامذہ اور طلبہ کے لئے ہر جمعہ بڑے اہتمام سے دعوت کرتے تھے طریقہ یہ تھا کہ طرح طرح کے کھانے جمعہ کے روز پکواتے، دستر خوان لگواتے پھر خود طلبہ کے ساتھ شریک نہ ہوتے اور کہا کرتے کہ میں اپنے آپ کو اس لئے الگ کرتا ہوں کہ میری موجودگی کی صورت میں تم لوگوں کی آزادانہ بے تکلفی جاتی رہے گی اور دعوت

---

[۱] عقود الجمان صـ ۲۲۴ [۲] موفق ج ۱ ص ۲۴۲ [۳] موفق صـ ۲۴۰

باہمی طالب علمانہ مجالست کا مزہ وہ پھیکا پڑ جائے گا۔[۱]

عیدوں اور تہواروں کے مواقع پر سب کے ساتھ حسن سلوک اور ہر ایک کے مرتبہ و مقام کے مطابق ان کے پاس ہدایا و تحائف بھیجتے انتہا یہ تھی کہ طلبہ میں جن لوگوں کو احتیاج ہوتا تو ان کی شادی و نکاح بھی امام صاحب کرا دیا کرتے تھے۔ اور تمام مصارف خود برداشت فرماتے تھے[۲] ایسے طلبہ کی تعداد کثیر تھی جن کے لئے امام اعظم کی جانب سے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ ایسے طلبہ کی فہرست تو طویل ہے جن کی ابو حنیفہؒ مدد کیا کرتے تھے۔

قاضی ابو یوسف کا بیان ہے۔

وکان یعولنی وعیالی عشرین سنة[۳]

امام ابو حنیفہؒ نے میری اور میرے اہل و عیال کی ۲۰ سال تک کفالت کی

حسن بن زیاد کے برسر روزگار ہونے تک امام ابو حنیفہ ماہانہ وظیفہ ادا کرتے رہے

حسن بن زیاد امام اعظم کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں آپ کے حلقہ درس میں تحصیل علم فقہ میں انہماک کے پیش نظر گھریلو امور اور خاندان کی معاشی کفالت سے قاصر ہونے لگے۔ ان ہی کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں امام صاحب کی درسگاہ میں تحصیل علم دین میں مصروف تھا۔ ایک روز میرے والد صاحب امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ

حضور! میری چند لڑکیاں ہیں لڑکوں میں حسن کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ہماری نظریں اسی پر لگی ہوئی ہیں کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اسے سمجھاتے کہ یہ کوئی ایسا کاروبار اور دھندا اختیار کرے جس سے مجھے اور اہل خاندان کو قدرے یُسر اور کچھ سہولت حاصل ہوتی۔

---

[۱] مناقب موفق [۲] موفق [۳] عقود الجمان ص ۲۳۵ و معجم المصنفین ج ۲ ص ۱۲

حسن کہتے ہیں کہ جب میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا۔
یا حسن! آج تمہارے والد صاحب تشریف لائے تھے پریشان تھے اور آپ کے ہمہ وقتی [illegible] انہماک کی وجہ سے اپنی معاشی کمزوری کی شکایت کر رہے تھے۔
لیکن میں تمہارے لئے یہ مخصوص رقم کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیتا ہوں جب تک تم باقاعدہ [illegible] برسر روزگار نہیں ہو جاتے یہ امداد تمہاری جاری رہے گی۔
لہٰذا جب تک میں برسر روزگار نہیں ہوا میری امداد کی جاتی رہی [1]

احترام قرآن اور سخاوت وایثار

امام اعظم ابو حنیفہؒ خود عالم تھے علم اور اہل علم کے قدر شناس تھے اور ان کی خدمت میں بڑی مسرت اور بے حد خوشی محسوس کرتے تھے قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں سے قلبی محبت رکھتے تھے دل و جان سے خدام القرآن پر نچھاور ہوتے تھے۔
جس روز آپ کے صاحبزادے نے سبق پڑھنا شروع کیا اور بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسی روز پانچ ہزار درہم معلم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور جس روز انہوں نے سورہ فاتحہ ختم کی اس روز بھی پانچ ہزار دراہم ان کی نذر کئے اور بڑی لجاجت اور معذرت کے ساتھ معلم سے کہا۔

واللہ لو کان عندی اکثر من ذلک لدفعناہ تعظیما للقرآن [2]

خدا کی قسم! اگر اس سے زیادہ دولت میرے پاس ہوتی تو قرآن کے احترام میں وہ بھی پیش خدمت کر دیتا۔

ابو حنیفہ کا وسیع کاروبار تجارت

امام اعظم ابو حنیفہؒ عظیم علمی و فقہی خدمات، درس و تدریس افتاء و قضاء، اسلامی قوانین کی جمع و تدوین، استنباط و

---

[1] موفق ص ۲۴۴ [2] عقود الجمان ص ۳۴۳ و مناقب للذہبی ہذا و موفق ۲۳۶

استخراج مسائل، تحقیق و اجتہاد اور سیاسی عمل کے ساتھ ساتھ ملک و بیرون ملک وسیع سطح پر کپڑے کی تجارت کا کاروبار بھی کرتے تھے یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جسے تذکرہ نگار خز کے نام سے یاد کرتے آئے ہیں جس کا رواج اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بکثرت نظر آتا تھا۔ اس کے مختلف اقسام تھے بعض اوقات ایک ایک تھان اس زمانے میں لوگ ایک ایک ہزار درہم تک میں خرید لیتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے خز کی تجارت میں کتنا کام کیا یا خز کی تجارت کو کتنا فروغ دیا، سوانح و تاریخ کی کتابوں سے اس سلسلہ میں چار چیزیں صراحتاً معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ امام اعظم ابو حنیفہ صرف خز کے تاجر ہی نہیں تھے بلکہ خز بافی[1] کا کوئی بڑا کارخانہ

---

[1] یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جس کے بانے میں مختلف چیزیں مثلاً اون، یا کتان، روئی وغیرہ کے دھاگے استعمال کئے جاتے تھے اور تانے میں ریشم کا سوت لگایا جاتا تھا۔ فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ خز کسی سمندری جانور کے بالوں سے تیار ہوتا تھا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ صرف ریشم سے تیار ہوتا تھا۔ ان بیانات میں بھی وہی بات معلوم ہوتی ہے کہ بانا (لحمہ) مختلف چیزوں کا استعمال ہوتا تھا اور تانا (سدی) ریشم کا ہوتا تھا۔ بعض حضرات تانے میں بھی ریشم کے استعمال کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن صحابہ اور تابعین میں مشکل سے چند ایک ایسے افراد ہوں جنہوں نے خز کا استعمال نہ کیا ہو گرمیوں میں غیر اونی اور جاڑے میں اونی خز، لوگ استعمال کرتے تھے رنگ بھی اس کپڑے کے مختلف ہوتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ریشم کی شرکت کی وجہ سے کپڑے میں مضبوطی پیدا ہو جاتی تھی۔ شریعت میں ریشم کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے لیکن اس کے جائز استعمال کی یہ مخلوط صورت ہی بن سکتی ہے۔

کوفہ میں ان کا جاری تھا۔

۲۔ کوئی حانوت ریڈی شاپ یا تجارتی منڈی بھی ان کی کوفہ میں موجود تھی جس سے مال کی فروخت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

۳۔ خدام اور غلاموں سے بھی پھیری لگوایا کرتے تھے۔

۴۔ کوفہ سے دور دراز علاقوں مثلاً بغداد، نیشاپور اور مرو وغیرہ مال بھیجا کرتے تھے۔ اور وہاں سے بھی مال منگوایا کرتے تھے۔

۵۔ بیرونی علاقوں میں بھی مال کی ترسیل کیا کرتے تھے اور جگہ جگہ ان کے ایجنٹ موجود رہتے تھے۔ خز کی دکان یا تجارتی کوٹھی کے طور پر عمرو بن حریث کے دار[1] (گھر) استعمال کیا جاتا تھا[2] بلکہ تاریخ کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کے اس گھر میں حضرت امام صاحب کا باقاعدہ خز بافی کا کارخانہ کام کرتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ ایک مرکزی مقام اور تجارتی منڈی بن چکا تھا۔ باہر سے بھی خز باف اپنا اپنا مال فروخت کے لئے یہاں لایا کرتے تھے اور امام صاحب ان کے مصنوعات کو خرید خرید کر فروخت کرتے تھے ایسے بھی ہوا کہ کبھی کبھی ایک ایک دفعہ میں آٹھ آٹھ ہزار درہم کے کپڑے صرف ایک آدمی سے خریدے جاتے تھے[3] بلکہ یافعی نے تصریح کی ہے کہ امام صاحب کی ایک بڑی کوٹھی تھی جس میں خز بنا جاتا تھا۔

یوں بھی ہوا اور آزمائش و امتحان کا ایک مرحلہ امام صاحب پر ایسا بھی آیا کہ امام صاحب

---

[1] دار اس میدان کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف احاطہ ہوتا ہے اسی احاطہ میں مکانات، اصطبل صحن جس پر چھت نہ ہو اور دوسری منزل وغیرہ والی عمارت ہوتی ہے (فتح القدیر ج ۵ صہ ۳۱۲) عمرو بن حریث صحابی جب کوفہ پہنچے تو مسجد کے پہلو میں انہوں نے ایک حویلی بنائی جو بہت بڑی ہونے کی وجہ سے مشہور بھی زیادہ تھی (طبقات ج ۶ صہ ۱۴)

[2] تاریخ بغداد ج ۱۳ صہ ۳۲۵ [3] موفق یافعی ج ۱ صہ ۳۱۰

کا یہ تجارتی تجربہ وسیع کاروبار اور خزبافی کے کارخانے کی نگرانی و اہتمام ان کے لئے ایک امتحان بن گیا حکومت کی طرف سے سرکاری سطح پر خزبافوں کی عرافت (وزارت) کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے معذرت و انکار کر دیا۔ تو اس پر آپ کو سزا دی گئی۔

اس تاریخی روایت سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ علماء و مشائخ اور فقہاء و طلبہ کی طرح خزبافوں کا بھی ایک وسیع طبقہ آپ سے تعلق رکھتا تھا یا آپ کے زیر اثر تھا۔

امام صاحب کی دکان پر خرید و فروخت کے بھی خاص اصول تھے۔ گاہک جب دکان پہ آتا اور مطلوبہ شے نکلواتا تو جو بھاؤ اسے بتایا جاتا وہ اسے اسی قیمت پر خرید لیتا تھا۔ بھاؤ چکانے اور چھوٹے دکانداروں کی طرح بات بات میں منافع اندوزی کے لئے بھاؤ بڑھانے گھٹانے کی ٹھگی ٹھوری کا تصور بھی نہیں تھا۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ غلاموں کو مال دے کر انہیں اطراف و اکناف میں بھیجا جاتا تھا غلاموں کی اس نوع کا نام فقہی اصطلاح میں "ماذون التجار" ہے جس کے متعلق فقہا کو باقاعدہ طور پر قانونی دفعات کا استنباط کرنا پڑا۔ امام صاحب نے اپنے کاروبار تجارت میں غلاموں کے ذریعہ مال کی پھیری کے اس طریقہ کو بھی اختیار فرمایا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک غلام ستر ہزار درہم لے کر واپس آیا۔[1]

ابو سعید سمعانی کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ایک غلام تھا جو تجارت کرتا تھا امام اعظم نے مال کی کثیر مقدار اس کے سپرد کر دی تھی جس کی وہ تجارت کرتا تھا ایک مرتبہ اس نے مال میں تیس ہزار درہم کا نفع کمایا جب ایک غلام کا یہ حال ہے اس سے دوسروں کا قیاس بھی کیا جا سکتا ہے۔

علامہ مناظر احسن گیلانی نے تصریح کی ہے کہ ابو حنیفہ کی تجارت صرف اندرون علاقہ

---

[1] مناقب موفق

تک محدود نہ تھی بلکہ بیرونی علاقوں سے بھی مال منگوایا جاتا تھا[1]

بہرحال امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق تواتر سے یہ ثابت ہے کہ وہ خود ایک بڑے کامیاب تاجر تھے اور اس میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ کوفہ میں ان کی بڑی تجارتی منڈی بھی تھی اور تجارتی کاروبار میں ان کے بڑے شرکاء بھی تھے جگہ جگہ کارندے اور ایجنسیاں اور ایجنٹ بھی مقرر تھے[2]

سود و ربا سے پاک خالص اسلامی نظام بینکاری

امام ابوحنیفہؒ کی یہ تجارتی کوٹھی موجودہ دور کے بڑے سے بڑے بینک کی قائم مقامی کرتی تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی وفات کے بعد آپ کے گھر سے جو لوگوں کی امانتیں برآمد ہوئیں ان کی مقدار پانچ کروڑ تھی۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت ابوحنیفہؒ ۔ کی عمر سے گذر رہے تھے۔ جیل خانے اور تازیانے کی سزائیں ان کے لئے یقینی بن چکی تھیں۔ لہٰذا ان کے حزم و احتیاط اور کمال تقویٰ و بصیرت کے پیش نظر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے اپنی عمر کے اس آخری زمانہ میں جتنی الوسع امانتوں کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو گا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امانت و حفاظت کا یہ سلسلہ ان کا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ سمیٹتے سمیٹتے بھی پانچ کروڑ کی رقم کی امانت بچ کے رہی جو ان کی حیات میں ادا نہ ہو سکی تاہم امام صاحب اس کے اصل مالکان تک رسائی کا انتظام کر چکے تھے[3] یہ تو بعد الوفات کی رقم کی تعداد ہے تو صحت کے زمانے میں اور عام حالات میں آپ کے پاس لوگوں کے اموال کی حفاظت و امانت کا سلسلہ جو ہو گا وہ یقیناً اس سے بھی وسیع ہو گا۔ اس قدر خطیر رقوم کی حفاظت، امانت اور واپسی کا ایک اجتماعی نظام اس کے لئے دفاتر، رجسٹر، ملازم اور حساب دانوں کی ضرورت اور فراہمی کے پیش نظر یہ کہا جا

---

[1] ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۵۵، [2] معجم المصنفین ج ۲ ص ۵۰، [3] مناقب موفق ص ۱۹۵

سکتا ہے کہ سود و ربا سے پاک خالص اسلامی بنکاری، مال کی حفاظت وصیانت اور مضاربت کی مستحکم قانونی ضمانت کے لئے امام اعظم ابو حنیفہؒ ہی نے سب سے پہلے باقاعدہ ایک مربوط اور مضبوط منصوبہ بندی کی اور پھر عملاً اسے برت کر کامیابی تک پہنچایا۔

امانت کی حفاظت اور ابو حنیفہ کا محتاط طرز عمل

یتیموں اور عام مسلمانوں کے اموال کی صیانت اور حفاظت کے عظیم منصوبہ کو دیکھ کر امام صاحب کے ہمعصر اور خود حکومت بھی پریشان رہتی تھی۔ عالمی سطح پر امام صاحب کی امانت تقویٰ اور دیانت کا شہرہ تھا۔ اعتماد کی فضا قائم تھی۔ حاسدین و مخالفین کب یہ برداشت کر سکتے تھے۔ مختلف ترکیبیں اور حربے استعمال کر کے وہ امام صاحب کے رتبہ و مقام کو گھٹانا چاہتے تھے۔

انہی ترکیبوں میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ ایک دفعہ کسی شخص کے ذریعہ سے امام صاحب کے ہاں امانت رکھوائی گئی اور یہ امانت بھی قاضی ابن ابی لیلیٰ کے توسط سے آپ کے حوالے کی گئی جس پر قاضی صاحب کی سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ امانت رکھتے وقت یہ بھی شرط لگا دی گئی کہ اس رقم کو امانت ہی کی مد میں رکھا جائے — سرکاری کارندوں کی، یا خود قاضی صاحب کی نیا امانت رکھوانے والے کی یہ بدگمانی تھی کہ باوجود اس شرط کے امام صاحب اس سے ضرور استفادہ کریں گے[1]۔ اور یہی گرفت کا موقعہ

---

[1] اس سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ یتیموں کا جو مال قاضی کی امانت میں رکھا جاتا ہے اس کی حفاظت وصیانت کی ایک صورت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ قاضی ان کے مال کو قرض پر لگا دیا کرے وجہ یہ بتائی گئی ہے اگر مال صرف بصورت امانت رکھا جائے تو نقصان کی صورت میں مثلاً چور چرا کر لے بھاگے یا حادثوں کا شکار ہو جائے تو امین سے اس کا معاوضہ یا تاوان وصول نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر بجائے امانت کے وہی مال بطور قرض کے کسی کو دے دیا جائے (باقی اگلے صفحہ پر)

ہو گا کہ صاحب امانت کی اجازت کے بغیر اس سے استفادے کا تم کو کیا حق تھا۔ اس کے بعد اندرون خانہ منصوبہ بندی کے ساتھ کارروائی یہ کی گئی کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ جو اس زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے ان کی عدالت میں ایک شخص نے یہ دعویٰ دائر کر دیا کہ فلاں ابن فلاں کی جو امانت ابو حنیفہ کے ہاں رکھوائی گئی تھی وہ انہوں نے اپنے بیٹے کے حوالہ کر دی ہے تاکہ وہ اس رقم سے تجارت کرے گویا امانت میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ امام صاحب کے نام وارنٹ طلبی کا جاری ہوا۔ امام صاحب حاضر ہوئے عدالت میں دعویٰ سنایا گیا۔ ظاہر ہے کہ امام اعظم جیسی محتاط شخصیت اس امانت میں کیسے تصرف کر سکتی تھی۔ آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اپنا سرکاری نمائندہ بھیج کر تحقیق کر لیجئے آپ ہی کی مہر تھیلی پر لگی ہوئی ہے اگر امانت میں تصرف ہوتا تو سرکاری مہر یقیناً ٹوٹ جاتی۔ چنانچہ سرکاری آدمی امام صاحب کے ساتھ بھیجا گیا۔ اس سرکاری نمائندے کا بیان ہے

بقیہ گذشتہ صفحہ تو قرض لینے والا بہر حال میں اس کا ضامن بن جاتا ہے۔ تو امام صاحب نے بھی امانتوں کو حوادث و آفات سے بچانے کی ایک صورت یہ نکال لی تھی کہ بجائے امانت کے اس کو قرض کی شکل دے دی جائے، تو جس کے پاس امانت رکھوائی جاتی وہ "غیر ضامن امین" نہیں ہوتا بلکہ "ضامن قرض دار" بن جاتا ہے اور نقصان ہو جانے کی صورت میں ایک ایک پیسہ کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ چونکہ محض امانت رکھنے کی وجہ سے مال کی حفاظت کی ضمانت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے امام صاحب عموماً امانت رکھانے والوں سے اس کو کاروبار میں لگانے کی اجازت لے لیتے تھے جس سے ایک طرف تو ان کے مال کی انتہائی اطمینان بخش حفاظت کی صورت پیدا ہو جاتی دوسری طرف ان کو (بصورت مضاربت یا قرض کے) وسیع سے وسیع پیمانے پر تجارت کرنے کے لئے اس راہ سے بے انتہا سرمایہ بھی مل جاتا تھا۔ اس مسئلہ کے مختلف دقیق پہلوؤں کے متعلق فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے مسائل لکھے گئے ہیں یہاں نہ تو ان کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔

کہ اس مکان میں جہاں امانت کی رقوم پڑی تھیں بے شمار تھیلیاں بھری ہوئی تھیں آخر امام صاحب نے تلاش بسیار کے بعد وہ مطلوبہ توڑا (تھیلی) نکالا۔ جو بجنسہٖ اپنی مہر کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ صرف یہ نہیں بلکہ سرکاری نمائندے نے اپنے بیان کے آخر میں کہا کہ

"امام ابوحنیفہؒ کے ہاں تو اموال، دراہم دنانیر اور امانتوں کی اتنی کثرت ہے کہ ان کو اس معمولی رقم میں تصرف کرنے کی ضرورت نہ تھی؟"

بے چارے سازش کرنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ان بے وقوفوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ امام اعظم جیسا ثقہ آدمی امانتوں کی مختلف نوعیتوں میں فرق کئے بغیر سب کے ساتھ ایک ہی سلوک کیسے کرسکتا تھا۔[1]

تمام رات نہیں سوئے یاد کر کے تبھی

زائدہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ کے ساتھ ان ہی کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی میری حاضری کا مقصد یہ تھا کہ میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کرلوں۔ بہرحال نماز ہوگئی لوگ چلے گئے میری آمد کا ابوحنیفہ کو علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ چلے گئے تو نماز کی نیت باندھ لی مجھ پر ان کی نظر نہیں پڑی کہ میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔

اب انتظار کرنے لگا کہ امام صاحب نماز سے فارغ ہوں گے تو اپنا مسئلہ دریافت کرلوں گا۔ حتیٰ کہ امام صاحب نماز میں قرأت کے دوران جب اس آیت پر پہنچے۔

فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم (طور ۲۷) — سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا۔

تو بار بار اس آیت کو دہراتے رہے میں سمجھ گیا کہ اس کا مضمون قیامت کی ہولناکی، اللہ کی عنایت و احسان اور عذاب سموم کی اذیتوں کے تصور نے ابوحنیفہ کو

---

[1] مناقب موفق ص۱۹۶

استغراق کی کیفیت طاری رہی ہے امام صاحب اس آیت کو دہراتے رہے حتیٰ کہ رات گذر گئی اور موذن نے اذان دے دی۔[1]

تمام رات نہیں سوئے یاد کر کے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کر کے تجھے

اسی طرح کی ایک روایت قاسم بن معن سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ:-
ابو حنیفہ نے نماز میں اس آیت کا تکرار کرتے رات گذار دی روتے تھے

بل الساعة موعدهم والساعة	بلکہ قیامت ہے وعدہ گاہ ان کا اور
ادهىٰ وامر	قیامت بہت سخت ہے اور بہت
	کڑوی ہے۔

آیت کے تکرار سے امام صاحب پر الحاح و تضرع اور گریہ کی کیفیت طاری تھی۔[2]

الٰہی عاقبت بہتر بنا دے | حجاج بن بطام کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کی زندگی میں انہیں خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس ایک جھنڈا ہے جسے تھامے ہوئے بڑے سکون اور وقار کے ساتھ آپ کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ اے ابو حنیفہ آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: اپنے رفقاء، تلامذہ اور محبین کا انتظار کر رہا ہوں تاکہ ہم سب اکٹھے ہو کر چلیں۔ یہ سن کر میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اچانک دیکھا کہ آپ کے پاس طالبان علوم نبوت اور ائمہ و علماء کی ایک بڑی جماعت جمع ہو گئی پھر آپ چل پڑے اور آپ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور ہم بھی سب آپ کی اقتداء میں چل رہے تھے —— صبح کو ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات کا دیکھا ہوا خواب کا سارا قصہ عرض کر دیا۔

---

[1] عقود الجمان ص۲۱۳ [2] ایضاً ص۲۲۲ و مناقب موفق ص۲۰۰ و صمیری ص۵۶

ابو حنیفہؒ نے سنا تو وجود پہ لرزہ طاری ہوا اور بے اختیار رونے لگے اور بار بار یہ دعا ان کی زبان پہ آرہی تھی۔

اللھم اجعل عاقبتنا الی الخیر[1] — اے اللہ! ہماری عاقبت اور انجام کو بہتری اور خیر کی طرف پھیر دے۔

موت کب واقع ہوگی

ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو امام ابوحنیفہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میں نے خواب میں حضرت عزرائیل کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ اب میری باقی زندگی کتنی رہ گئی ہے تو اس نے میرے سوال کے جواب میں پانچوں انگلیاں اٹھا دیں۔ میں نے اس کی تعبیر بہت جگہ سے دریافت کی مگر کہیں سے جواب نہیں ملا۔ اب آپ ہی اس مسئلہ کو حل فرما دیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے جواب میں فرمایا۔ پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی طرف اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اول قیامت کب آئے گی دوم بارش کب ہو گی سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے چہارم کل انسان کیا کرے گا پنجم یہ کہ موت کب اور کہاں آئے گی[2]

ابو حنیفہؒ کی محتاط گفتگو طوسی کیلئے وبال جان بن گئی

منصور کے درباریوں میں ایک صاحب جن کا نام ابوالعباس طوسی تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روز افزوں مقبولیت ان کو بھی دوسرے حاسدوں کی طرح ایک لمحہ نہ بھاتی تھی۔ ایک روز جب خلیفہ منصور کا دربار لگا ہوا تھا تو اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے برسر دربار امام صاحب سے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے کہا۔

اے ابوحنیفہؒ! یہ بتائیے کہ اگر امیر المومنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں کہ فلاں آدمی کی

---

[1] عقود الجمان ص ۲۰۷ [2] تذکرۃ الاولیاء

گردن ماردو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا قصور کیا ہے تو کیا ہمارے لئے اس کی گردن مارنی جائز ہو گی ؟

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ابوالعباس سے برجستہ جواب فرمایا کہ :-

ابوالعباس ! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ امیر المومنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط ؟

ابوالعباس طوسی نے کہا کہ امیر المومنین غلط حکم کیوں دینے لگے۔ ان کا تو ہر حکم صحیح ہوتا ہے۔

تب امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔

تو صحیح حکم کے نافذ کرنے میں تردد کی گنجائش کیا ہے۔

طوسیؔ امام صاحب سے یہ جواب پاکر کھسیانا سا ہو کر بے حد شرمندہ ہوا[۱] جس جال میں وہ امام صاحب کو پھانسنا چاہتا تھا خود پھنس گیا ؎

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

تکفیر میں حزم واحتیاط اور فتویٰ میں تقویٰ

امام اعظم ابو حنیفہ حتی الامکان مومن کی تکفیر سے احتراز اور فتویٰ کفر میں حد درجہ حزم واحتیاط برتتے تھے ظاہر پہ باطن اور فتویٰ پہ تقویٰ غالب رہتا تھا۔ امام اعظم کا مسلک ہے کہ اگر ایک مسلمان کے قول میں کفر کے ننانوے وجوہات ثابت ہو جائیں اور صرف ایک وجہ ایمان موجود ہو تو اسی کو ترجیح دی جائے گی۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے اور یہ واقعہ مختلف کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ :-

ایک شخص امام اعظم ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت ! ایک شخص ہے جو ایمان واسلام کا دعویٰ کرتا ہے خود کو مسلمان کہلواتا ہے مگر اس کے باوجود

---

[۱] عقود الجمان صہ ۲۷۰ وبینات الایمان ج ۵ صہ ۲۱۳

(۱) وہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا۔

(۲) اور نہ اسے نارِ جہنم کا خوف ہے۔

(۳) میتۃ (غیر مذبوح چیز) بلا جھجک کھاتا ہے۔

(۴) نماز پڑھتا ہے مگر رکوع و سجدہ نہیں کرتا۔

(۵) گواہی دیتا ہے مگر دیکھے بغیر۔

(۶) اس کے ہاں فتنہ محبوب اور حق مبغوض ہے۔

(۷) رحمت سے دور بھاگتا ہے۔

(۸) یہود اور نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

بظاہر یہ سب وجوہات کفر ہیں جو اس میں موجود ہیں ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

اگر اب کا زمانہ ہوتا تو سوال ختم ہونے سے پہلے خدا جانے کفر کے کتنے فتوے لگ چکے ہوتے۔ مگر یہ تو امام اعظم ابو حنیفہ ہیں جن کو قدرت نے سوادِ اعظم اہل سنّت کی امامت کا شرف بخشا ہے۔ بغیر کسی تردد کے فرمایا۔

میرے نزدیک وہ شخص مومن ہے۔

سائل کو حیرت ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا اس لئے کہ

(۱) اس پر اللہ کی خواہش غالب ہے جب اللہ ہی اس کا مطلوب ہے تو جنت کی خواہش کی اسے کیا پروا۔

(۲) اسے نارِ جہنم کا نہیں بلکہ ربّ النار کا خوف ہے۔

(۳) میتۃ (غیر مذبوح چیز) کھاتا ہے مچھلیوں کی صورت میں۔

(۴) نماز جنازہ پڑھتا ہے اور اس میں سجدہ اور رکوع نہیں۔

(۵) توحید و رسالت کی شہادت دیتا ہے (یعنی کلمۂ شہادت پڑھتا ہے) حالانکہ اس نے خدا کو دیکھا ہے نہ رسول کو۔

(۶) انما اموالکم واولادکم فتنہ قرآن نے اموال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے اسے محبوب رکھنا انسان کی فطرت ہے۔

موت امر حق ہے مگر ذوق عبادت اور جمیع حسنات کی وجہ سے اس سے لبغض رکھنا ناپسند کرنا محمود ہے۔

(۷) بارش اللہ کی رحمت ہے اس سے دور بھاگتا ہے کہ بھیگ جانے سے بچ جائے۔

(۸) یہود کے اس قول کہ لیست النصاریٰ علی شیئی اور نصاریٰ کے قول کہ لیست الیہود علی شیئی کی تصدیق کرتا ہے جو عین ایمان ہے۔

سائل و حاضرین ابو حنیفہ کے اس جواب سے حیرت و استعجاب کے ساتھ ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ (عقود الجمان صہ ۲۵۱)

رافضی نے توبہ کی اور شنیع حرکات سے باز آیا

کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا کبھی انہیں کافر کہتا اور کبھی یہودی۔ امام اعظم ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو صحابہ کے دفاع کے لئے تڑپ اٹھے جب تک اس رافضی سے ملاقات نہ کر لی بے چین رہے آخر اس رافضی کے پاس تشریف لے گئے اور بڑے ادب محبت اور نرمی سے کہا۔

اے بھائی! میں تیری لخت جگر (بیٹی) کے لئے فلاں صاحب کی طرف سے منگنی کا پیغام لایا ہوں۔ اللہ نے اس صاحب کو حفظ القرآن کی دولت سے نوازا ہے اس کی تمام رات نوافل اور قرآن کی تلاوت میں گذرتی ہے۔ خدا کا خوف ہمیشہ ہمہ وقت غالب رہتا ہے تقویٰ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

رافضی نے کہا، بہت اچھا! یہ تو صرف میری لڑکی کے لئے نہیں بلکہ پورے خاندان کے لئے سعادت ہے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا، ہاں مگر اس میں ایک عیب ہے کہ مذہباً یہودی ہے۔ رافضی کا

رنگ بدلا اور جھلا کر بولا۔ کیا میں اپنی لڑکی کی شادی یہودی سے کر دوں؟

تب امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ بھائی! آپ تو اپنی لخت جگر ایک یہودی کے نکاح میں دینے کے لئے تیار نہیں تو کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک نہیں اپنے نور دل کے دو ٹکڑے (دو بیٹیاں) حضرت عثمان (جو بزعم آپ کے یہودی تھے) کے نکاح میں کیوں دے دیں۔

ابو حنیفہ کا یہ ارشاد رافضی کے لئے تنبیہ اور ہدایت کا باعث ہوا۔ اپنے کئے پر نادم اور خلوص دل سے تائب ہوا۔ اور ہمیشہ کے لئے ایسی حرکتوں سے باز آیا۔[۱]

بردباری اور فکر آخرت کا ایک واقعہ امام اعظم کے صبر و تحمل، بردباری اور فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقعہ پر کسی خارجی نے امام صاحب کو برا بھلا کہا۔ غلیظ گالیاں دیں اور مبتدع اور زندیق تک کہا۔ تو حضرت امام صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

غفر اللہ لک ھو یعلم	اللہ تعالیٰ معاف فرمائے تو جو کچھ کہہ
من خلاف ما تقول لہ	رہا ہے خدا جانتا ہے کہ وہ مجھ میں نہیں ہے۔

اس کے بعد امام اعظم ابو حنیفہؒ پر گریہ طاری ہوا اور فرمانے لگے۔

"میں بھی اللہ سے عفو کی امید رکھتا ہوں مجھے خدا کا عذاب رلاتا ہے"

عذاب کے تصور سے گریہ بڑھ گیا اور روتے روتے غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے۔

"بار الٰہا! جس نے بھی مجھ پر ایسی بات کہی جو مجھ میں نہیں تھی اس کو معاف فرما"

منصب قضا سے انکار، احتیال و تدبیر کا دلچسپ قصہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے

---

[۱] عقود الجمان صد ۲۷۳ [۲] ایضاً صہ ۲۲۷ و ۲۰۲، ومناقب موفق صہ ۲۴۹

حکم پر سفیان ثوری، مسعر بن کدام، امام ابو حنیفہ اور قاضی شریک گرفتار کر کے دربارِ خلافت میں لائے جانے لگے تو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے رفقاء کے مزاجی اور طبعی خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر اپنی فطری ذہانت، جودتِ طبع اور خداداد فراست سے چاروں کے مستقبل کا ایک حسین نقشہ کھینچا۔ پھر جو کچھ بیان کیا، پیش گوئی کی، عملاً بھی وہی ہوا جو امام صاحب اپنی فراست سے پہلے ہی بتا چکے تھے۔

اپنے بارے میں فرمایا کہ میں تو کسی تدبیر و احتیال سے خلیفہ منصور سے بات کر کے قبولِ منصب سے خلاصی حاصل کر لوں گا، امام سفیان راستہ میں چھپ کر بھاگ جائیں گے مسعر بن کدام خود کو بچانے کیلئے اپنے آپ کو مجنون ظاہر کر کے کامیاب ہو جائیں گے مگر قاضی شریک اس ابتلا میں واقع ہو جائیں گے اور منصبِ قضا قبول کر لینے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔[1]

بہر حال جب گرفتار کر کے چاروں رفقاء کو لایا جا رہا تھا تو راستہ میں کسی جگہ پر سفیان نے پولیس والوں سے کہا کہ مجھے تو قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔ ایک سپاہی نگہداشت کے لئے ان کے ساتھ کر دیا گیا۔ سفیان ایک دیوار کے قریب پہنچے اور اس کی پرلی طرف

---

[1] پھر ابو حنیفہ نے جو کچھ کہا وہی ہوا جیسا کہ اس قصہ کی تفصیل آگے آ رہی ہے اس سلسلہ میں میرا خیال یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اپنے گرفتار شدہ تینوں رفقاء کے طبعی رجحانات اور مزاجی خصوصیات سے چونکہ اچھی طرح باخبر تھے اس لئے خلیفہ کی طرف سے قبولِ منصب کے دباؤ سے بچنے کے لئے امام صاحب اپنے ساتھیوں کو خلاصی کی تدبیریں بتا رہے تھے جسے ہم فراست اور زیرکی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح ابو حنیفہ یہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح ہوگا اس طرح ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ اس طرح کر لیا جائے جیسا کہ بعض روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے غرض جو نسا پہلو بھی لے لیا جائے ابو حنیفہ کی زیرکی و دانائی اور فراستِ مومنانہ کی جھلک نمایاں ہے۔

بیٹھ گئے گویا واقعتہً قضاء حاجت پوری کر رہے ہیں کہ اچانک ان کی نظر کشتی پہ پڑی تو سفیان نے اسے دیکھتے ہی کشتی کے ملاح سے منت سے عرض کیا۔ یہ صاحب جو دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہے یہ مجھے بے گناہ ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

کشتی والوں نے سفیان کو سوار کر لیا اور اپنے خاص ڈھنگ کے ساتھ رکھے ہوئے کانٹوں میں انہیں چھپا لیا۔ جب پولیس پہ گذر ہوا تو وہ سفیان کو نہ دیکھ سکے۔

جب سفیان نے دیر کر دی تو دیوار کے ساتھ کھڑے محافظ سپاہی نے انہیں آواز دی یا ابا عبداللہ! یا ابا عبداللہ!! مگر سفیان ہوتے تو جواب دیتے۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو سپاہی آگے بڑھا اور آپ کو خوب ڈھونڈتا رہا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ شرمندہ اور پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس لوٹا۔ اور بتایا کہ سفیان کو میں نے کھو دیا ہے۔ وہ کسی تدبیر سے مجھ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

بہرحال ساتھیوں نے اسے اس جرم کی سزا دی۔

المرام اینکہ بغیر سفیان کے باقی تینوں ساتھی ابو حنیفہ۔ قاضی شریک اور مسعر بارگاہ خلافت میں پیش کر دیے گئے۔ اچانک دیکھا گیا کہ مسعر بن کدام صف توڑ کر اور شاہی آداب سے بے پرواہ ہو کر خلیفہ کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور دیے محایا ابو جعفر منصور کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شاہ محترم! فرمائیے!! آج کل جناب کا مزاج کیسے رہتا ہے۔ میرے بعد کے حالات کیسے گذرے آپ کے پڑوس میں فلاں فلاں صاحب جو رہتے ہیں ان کی کیا کیفیت ہے۔ آپ کے نوکر چاکر کیسے ہیں مال مویشیوں کا کیا حال ہے؟

اسی اول فول کہنے کے ساتھ ساتھ مسعر نے آخر پر اپنی گفتگو میں یہ اضافہ بھی کیا کہ "اہا! آں جناب مجھے منصب قضاء سے نوازنا چاہتے ہیں۔

سارا دربار اور خلیفہ خود مسعر کی اس حرکت کو دیکھ کر دم بخود تھا۔ آخر کسی نے

آگے بڑھ کر انہیں بٹھایا۔ اور خلیفۂ وقت سے کہا جناب! ان کا دماغی توازن خراب ہوگیا ہے۔ خلیفہ نے بھی کہا ہاں یہ بات درست ہے انہیں دربار سے باہر نکال دو۔

اس کے بعد امام اعظم ابو حنیفہؒ کو بلایا گیا۔ اور بڑے تپاک سے منصب قضاء کی پیشکش کی گئی۔ تو امام اعظم نے کوفہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر خلیفۂ وقت کو بڑی حکمت و تدبیر سے سمجھانا شروع کیا کہ:۔

جناب! کوفہ والوں کی ذہنیت تو آپ کو معلوم ہی ہے اس وقت میں کوفہ میں ایک خوش باش شہری اور ایک عام باشندے کی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مجھے ان پر کوئی اقتدار اور افسری حاصل نہیں۔ اگر آپ میرا قضاء کے منصب جلیل پر تقرر کر کے جب وہاں بھیجیں گے تو یہ لوگ چونکہ میرے خاندانی حالات سے واقف ہیں کہ میرے والد نان بائی ہیں اور میں خود کپڑے کا سوداگر ہوں۔ اہل کوفہ ہرگز اس پہ رضامند نہیں ہوں گے کہ ان پر خباز کے بیٹے کی حکومت ہو۔

خلیفہ منصور نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ اور اس طرح ابو حنیفہ کی خلاصی ہوگئی۔

اب قاضی شریک رہ گئے تھے ان کا کوئی حیلہ بہانہ نہ چل سکا بے چارے دھر لئے گئے۔ جب کچھ حیلہ بہانا کرنا بھی چاہا تو خلیفہ نے خاموش کر دیا اور کہا کہ تیرے بغیر تو کوئی دوسرا رہ ہی نہیں گیا کہ تیرا عذر قبول ہوتا۔

قاضی شریک نے بڑے اصرار سے دماغی ضعف کا کچھ حیلہ بہانا ڈھونڈ کر پیش کرنا چاہا، مگر خلیفہ نے کہا۔

جناب، دماغی تقویت کے لئے روزانہ روغن بادام میں فالودہ بلو کر پلانے کا حکم تمہارے لئے دے دوں گا۔

قاضی شریک نے قبول قضا کے لئے کچھ شرائط لگائے ایک شرط یہ بھی تھی کہ "میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کروں گا اور اس راہ میں کسی صادر و وارد

شاہ کے عزیزوں اور اقرباء اور درباریوں تک کا کچھ خیال نہیں کروں گا۔

خلیفہ منصور نے بڑے طمطراق سے وعدہ کر لیا کہ میرے اور میرے والدین کے خلاف بھی فیصلہ دینے میں آپ کو کوئی باک محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

پھر کیا ہوا اور کیسے فیصلے ہوتے رہے یہ تو ہمارے موضوع سے خارج ہی ہے۔ مگر یہاں چاروں ائمہ کی بارگاہِ خلافت میں پیشی کی صورت میں وہی کچھ سامنے آیا جس کی ابو حنیفہ پہلے سے پیش گوئی کر چکے تھے[1]

بارگاہِ صمدیت میں دعا والتجا

بکر عابد سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ایک رات امام اعظم ابو حنیفہؒ کو دیکھا نماز میں مشغول تھے مگر گریہ طاری تھا بے اختیار زار زار روتے جاتے تھے اور بڑی لجاجت و مسکنت سے یہ دعا کر رہے تھے۔

رب ارحمنی یوم تبعث عبادك وقنی عذابك واغفرلی ذنوبی یوم یقوم الاشهاد[2]	اے اللہ! مجھ پر رحم فرما جس روز کہ تیرے بندوں کی تیری بارگاہ میں پیشی ہو مجھے اپنے عذاب سے بچا، میرے گناہوں کو معاف فرما دے جس روز کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے

خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے

ابراہیم بصری نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک روز مجھے نماز میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ساتھ کھڑے ہونے کا اتفاق ہوا صبح کی نماز کا وقت تھا امام قرأت کر رہے تھے جب امام نے یہ آیت پڑھی

ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظلمون (ابراهیم)	اے مخاطب جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان سے بے خبر مت سمجھ

---

[1] عقود الجمان ص ۲۴۹، ۲۱۳، ۲۱۴ [2] ایضاً ص ۲۲۵، مناقب موفق ص ۲۳۱

تو امام ابو حنیفہ لرز گئے۔ وجود پر کپکپی طاری ہوئی اور مجھے نماز میں محسوس ہوا کہ ابو حنیفہ خدا کے خوف سے کانپ اٹھے ہیں۔[۱]

بے انتہا گریہ و بکا نصر بن حاجب القرشی سے روایت ہے کہ میرے والد کی امام اعظم سے گہری دوستی تھی اور اکثر ان کی مصاحبت میں رہا کرتے تھے گاہے گاہے میں بھی اپنے والد کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے ہاں رات گزار لیا کرتا تھا اس دوران مجھے بارہا یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ ابو حنیفہ ساری ساری رات بیدار رہ کر مصروف عبادت رہتے اور گاہے آپ پر اس قدر گریہ و بکا طاری ہو جاتا کہ آنسو چٹائی (جائے نماز) پر ٹپکنے لگتے اور ان کے ٹپکنے کی آواز میں سنا کرتا تھا گویا موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔[۲]

---

[۱] عقود الجمان صہ ۲۲۸ [۲] عقود الجمان صہ ۲۳۰

خلقِ خدا پر شفقت، رعایتِ حقوق، اخلاق و تواضع

حق گوئی و بے باکی، اور حکمرانوں پر تنقید و احتساب

اخلاق و محاسن کی اجمالی تصویر

امام ابو یوسفؒ سے ایک مرتبہ کسی تقریب سے ہارون الرشید نے کہا، کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اوصاف اور اخلاق و محاسن بیان کیجئے تو امام ابو یوسف نے فرمایا:-

كان والله شديد الذب عن حرام الله، مجانبًا لاهل الدنيا، طويل الصمت، دائم الفكر، لم يكن مهذارًا ولا ثرثارًا، ان سئل عن مسئلة كان عنده علم اجاب فيها، وما علمته يا امير المؤمنين الا صائنا

(جہاں تک میں جانتا ہوں ابو حنیفہؒ کے اخلاق و عادات یہ تھے کہ) نہایت پرہیزگار تھے منہیات سے بچتے تھے اہل دنیا سے احتراز تھا، اکثر خاموش رہتے تھے اور زیادہ تر سوچا کرتے تھے۔ فضول باتیں کرنے اور بے مقصد کی گفتگو اور لایعنی کلام سے نفرت تھی جب کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور

لنفسه و دينه لا يذكر احدا الا بخير فقال الرشيد: هذه اخلاق الصالحين [1]

ابو حنیفہ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ ہر طرح سے اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھتے غیبت سے بچتے تھے جب بھی کسی کا ذکر کرتے بھلائی کے ساتھ کرتے۔ ہارون الرشید نے ابو یوسف کا بیان سنا تو کہنے لگا "صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں"

ابو حنیفہؒ کے اخلاص و للہیت، دیانت و تقویٰ، اور اخلاق و محاسن کی مندرجہ بالا اجمالی تصویر جو قاضی ابو یوسف کی زبانی ہارون الرشید کے دربار میں بیان کی گئی یقیناً بڑے محتاط اور بغیر کسی مبالغہ کے حقیقت پسندانہ اور واقعاتی صورت کا عکس جمیل پیش کیا گیا بھرے دربار میں علماء اور معاصرین کی موجودگی میں جہاں حاسدین و مخالفین انگلی رکھنے کی تاک میں ہوں مبالغہ آرائی کا تصور کب کیا جا سکتا تھا۔

مطالعہ و کتب بینی کا سرسری ذوق رکھنے والے گو اسے کچھ بھی نہ سمجھیں یا فصاحت و بلاغت کی ایک جھلک قرار دیں۔ یا مروجہ درویشی و بزرگی پر حمل کریں۔ غرض جو کچھ کہیں کہہ سکتے ہیں مگر علمی و روحانی اوصاف کے نکتہ شناس اور بحر معرفت کے غواص سمجھ سکتے ہیں کہ یہ طرز زندگی بظاہر جتنی بھی سادہ اور آسان نظر آتی ہے مگر اس کو عمل و کردار کی دنیا میں نباہ کے انجام دینا اسی قدر مشکل اور ہر لحاظ سے قابل قدر ہے۔

ابو حنیفہ کے حسنِ اخلاق سے شرابی فقیہ بن گیا	امام اعظم کے سوانح نگار

[1] مناقب ابی حنیفۃ للذہبی ص۹ و مناقب موفق ص۱۸۱

ایک شرابی کا دلچسپ قصہ عام طور پر نقل کرتے آئے ہیں لکھا ہے کہ شرابی موچی تھا جو امام ابوحنیفہ کا پڑوسی تھا دن بھر بازار میں کام کرتا جوتے بناتا اور گانٹھتا۔ کام سے فارغ ہوتا تو اپنی کمائی سے پینے پلانے کا سامان اور شراب و کباب لے کر گھر آتا۔ محفل جماتا دوستوں کو بھی مدعو کرتا۔ رات بھر نشہ کی حالت میں خوب اودھم مچاتا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے اس کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کے بہت سے خرافات سنے۔ اور نشہ کی حالت میں وہ یہ شعر کثرت سے پڑھتا تھا جو بار بار سن کو سب کو یاد ہو گیا۔[۹]

اَضَاعُونِی وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوا

لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَسِدَادِ ثَغْرٍ

ترجمہ۔ لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال نوجوان کو ضائع کر دیا۔ جو جنگ کے دنوں اور کٹھن حالات میں اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت میں کام آسکتا تھا۔

امام ابوحنیفہ اسے بار بار سمجھاتے نصیحت کرتے۔ مگر وہ ان حرکتوں سے باز نہ آتا محلہ والے بھی اس کی ان ہنگامہ آرائیوں سے تنگ تھے۔ شاید کسی نے تنگ آکر شکایت کر دی ہوگی۔ کہ ایک روز جب رات ہوئی تو پولیس اس کے گھر آدھمکی۔ اور بے چارہ گرفتار ہو کر جیل چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو امام ابوحنیفہ کے کانوں میں حسب معمول اپنے اس شرابی پڑوسی کی آواز نہ آئی۔ دریافت فرمایا کہ ہمارے پڑوسی کو کیا ہو گیا ہے کہ آج ہمیشہ کا معمول ترک کر دیا ہے جب لوگوں نے اصل صورت حال بتائی تو بے چین ہوئے اور اپنے فاسق اور فاجر پڑوسی کی مصیبت میں گرفتاری کو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کر سکے۔ خلاف دستور اپنے بلند مقام کا خیال کئے بغیر اپنے رفقاء کی ایک جماعت ساتھ لے کر دارالامارۃ پہنچے۔ کچہری میں کھلبلی مچ گئی۔ کہ امام ابوحنیفہ آج یہاں کیسے پہنچ گئے۔ حاکم کو اطلاع ہوئی تو اجلاس چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ اور بڑی تعظیم و توقیر کی اور خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ امام صاحب سے اس نے پڑھا بھی تھا۔ بہر حال تعجب سے حاکم

نے امام صاحب سے پوچھا کہ آج خلافِ معمول یہاں آپ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ کیا ہوئی۔ حاکم امام صاحب کا یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا جب امام صاحب نے فرمایا۔

کہ میرے محلہ کا ایک موچی جو میرا پڑوسی ہے پولیس والوں نے اسے گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا ہے میں حاضر ہوا ہوں کہ میری ذمہ داری پر اسے اب رہا کر دیا جائے۔ بھلا اس میں حاکم کے لئے عذر کی گنجائش کیا ہو سکتی تھی۔ بہرحال حاکم نے امام صاحب کے شرابی پڑوسی اور اس کے عیاش ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔

جب ابوحنیفہؒ کا پڑوسی جیل سے باہر آیا تو دیکھا کہ امام صاحب اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور اسے بار بار کہے جا رہے ہیں کیوں بھائی! میں نے تو آپ کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اس سے امام صاحب کا اس کے گائے ہوئے مشہور شعر کو اشارہ تھا۔ جو اوپر درج کر دیا گیا ہے۔

موچی بیچارہ آنکھیں جھکائے ہوئے تھا ابوحنیفہ کے اس خلقِ عظیم سے بے حد متاثر ندامت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور بڑے ادب سے عرض کر رہا تھا

لا یا سیدی و مولائی لا ترانی

بعد الیوم افعل شیئًا تتاذی بہٖ[1]

نہیں میرے سردار! میرے آقا! آج کے دن کے بعد آپ مجھے ایسی حرکتوں میں مبتلا نہیں پائیں گے۔ جن سے آپ کو اذیت پہنچی ہو۔

چنانچہ اس کے بعد وہ باقاعدگی سے امام صاحب کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگا کہتے ہیں کہ وہ اپنی توبہ میں سچا ثابت ہوا اور ایک وقت آیا کہ وہی شرابی کوفہ کے علماء کبار میں شمار ہونے لگا۔

لہ مناقب موفق ص ۲۰۱ - وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۰

اپنے مقروض کو معاف کر دیا اور اس سے معافی بھی مانگ لی

مشہور شیخ الصوفیہ حضرت شقیق بلخی کی یہ چشم دید روایت نقل کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک روز امام ابوحنیفہ کے ساتھ جا رہا تھا اتنے میں دور سے آتے ہوئے ایک شخص نے ہمیں دیکھ کر راستہ بدل دیا اور ایک دوسری گلی میں مڑ گیا۔ شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام صاحب اس شخص کو پکار رہے ہیں۔

"جس راستے پر تم آ رہے تھے اس پہ چلے آؤ بھائی! دوسری راہ تم نے کیوں اختیار کر لی؟"

بے چارہ راہ گیر ٹھہر گیا۔ ہم قریب پہنچے تو بے چارہ کچھ شرمایا سا کھڑا ہوا ہے امام اعظم نے اس سے پوچھا کہ بھائی! تم نے اپنی راہ کیوں بدل لی؟ راہ گیر نے عرض کیا حضرت! دس ہزار کی رقم آپ کی مجھ پر باقی ہے ادا کرنے میں تاخیر ہو گئی ہے آپ کو دیکھ کر سخت ندامت ہوئی نظر برابر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس لئے دوسری گلی کی طرف مڑ گیا تھا۔

امام اعظم نے فرمایا سبحان اللہ! بس اتنی سی بات کے لئے تم نے مجھے دیکھ کر راستہ بدل دیا تھا۔ اور مجھ سے چھپنے کی کوشش کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام صاحب نے قرض دار کو یہ بھی کہا کہ

قد وہبت منی کلہ [۱] — جاؤ! میں نے یہ ساری رقم اپنی طرف سے تمہیں بخشش دی ہے۔

امام اعظم نے صرف اس پر کہاں اکتفا کیا شقیق راوی ہیں کہ اس پر مستزاد یہ کہ امام اعظم نے اپنی طرف سے اپنے قرض دار سے معافی مانگ لی اور اسے بڑی لجاجت سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ۔

---

[۱] مناقب موفق ص ۲۳۹

بھائی! مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں ندامت یا دہشت کی جو کیفیت پیدا ہوئی خدا کے لئے معاف کر دو۔[1]

ایک مظلوم حمامی کی نصرت کا واقعہ

علامہ نعمانی نے قلائد عقود العقیان کے حوالہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے جس سے بظاہر ابو حنیفہ کو تدوینِ فقہ کے خیال کی انگیخت ہوئی ہے لکھتے ہیں کہ:۔

دو شخص حمام میں نہانے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے۔ ایک ان میں سے نہا کر نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی اس نے دیدی اور یہ چلتا بنا۔ جب دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو حمامی نے عذر کیا اور کہا کہ میں نے تمہارے شریک کے حوالے کر دی ہے۔ اس نے عدالت میں استغاثہ کیا۔

قاضی صاحب نے حمامی کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تیرے لئے لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں امانت واپس کرتا۔ بے چارہ حمامی گھبرایا ہوا امام اعظمؒ کے پاس آیا۔ اور سارا ماجرا سنایا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تم جا کر اس شخص سے کہو کہ میں تمہاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تمہیں نہیں دے سکتا۔ اپنے شریک کو لاؤ تو مجھ سے لے جاؤ۔ اس طرح شریک کو لایا نہ جا سکا۔ اور بیچارہ مظلوم حمامی ابو حنیفہ کی تدبیر سے ناجائز ظلم سے محفوظ رہا۔[2]

ابو حنیفہ کی تدبیر راست آئی اور متاعِ گم شدہ مل گئی!

ایک صاحب نے امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے کچھ روپے ایک جگہ احتیاط سے رکھ دیئے تھے اب ہزار کوشش کے باوجود یاد نہیں آ رہا کہ کہاں رکھے تھے مجھ کو سخت ضرورت درپیش ہے۔

---

[1] عقود الجمان ص ۲۳۵ [2] سیرت النعمان

امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ بھائی یہ مسئلہ تو فقہ میں کہیں بھی مذکور نہیں۔ مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو۔ اس شخص نے بڑی لجاجت کی اور کہا' خدارا میری مدد فرمائیے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ ابھی سے وضو کرکے ساری رات نماز پڑھو۔

صاحب واقعہ نے وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کردی۔ اتفاق یہ کہ تھوڑی دیر بعد کہ ابھی چند رکعت نماز پڑھی تھی اس کو یاد آگیا کہ روپے فلاں جگہ رکھے تھے۔ وہ شخص دوڑا ہوا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کی تدبیر راست آئی اور مجھے گم شدہ متاع مل گئی۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ ہاں شیطان کب گوارا کرسکتا تھا کہ رات بھر نماز پڑھتے رہو اس لئے اس نے جلد یاد دلادیا۔ تاہم تمہارے لئے مناسب یہ تھا کہ اس کے شکریہ میں شب بیداری کرتے اور تمام رات نمازیں پڑھتے، تاکہ شیطان کو بھی ذلت نصیب ہوتی۔ [۱]

اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندے کیلئے ابوحنیفہ کی خلیفہ منصور کے دربار میں سفارش

انسانی ہمدردی کے عام واقعات اور وہ بھی اہل اسلام کے ساتھ مواسات و ہمدردانہ معاملات کے حیرت انگیز واقعات، امام اعظم ابوحنیفہ کی سیرت کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ابر کرم اور حسن سلوک کی بارش کے لئے اسلام کی شرط بھی نہیں تھی۔ صاحب معجم نے ابن بشکوال کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:-

" ایک مرتبہ مشہور عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربار میں ایک ذمی (اسلامی ریاست ایک غیر مسلم باشندے) کی کوئی مشکل پیش آئی تھی۔ خلفاء اور بادشاہوں سے طبعًا نفرت

---

[۱] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۱۱ وعقود الجمان ص ۲۶۸

واجتناب کے باوجود انسانی خدمت ومروت کے جذبات سے معمور طبیعت رکھنے والے امام ابوحنیفہ کو دیکھا گیا کہ صرف ایک دو مرتبہ نہیں اور بھتیجوں یا بھتیجوں کے واسطے سے بھی نہیں بلکہ ایک ہی دن میں چار مرتبہ اپنے قاصد کو خلیفہ کے دربار میں سفارش کا نسخہ دے کر بھیجا جب اس سے کام بنتا نظر نہ آیا تو اسی ذمی یعنی غیر مسلم کے لئے پانچویں مرتبہ بنفسِ نفیس خلیفہ کے دربار میں تشریف لے گئے اور اس کی سفارش کی اور اس وقت تک مصر رہے جب تک کہ اس کا کام بر آیا۔"[1]

سفارش ذمی کی ہے اور بھی کسی تھانیدار یا مجسٹریٹ یا گورنر کے پاس نہیں اپنے سب سے بڑے دشمن اور مخالف اور اپنے وقت کے مطلق العنان فرماں روا خلیفہ منصور کے دربار میں، یہ حقیقت ہے کہ اتنی بڑی جرأت اور واقعات کی دنیا میں اس کو برت کر دکھانا دل گردے کا کام ہے جیسے امام اعظم ابوحنیفہ نے نباہ کر دکھایا۔

ابوحنیفہ کے نام سے کام ہوا اور امام صاحب بے حد مسرور ہوئے

امام اعظم کے تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا حضرت! مجھے احتیاج اور ایک ضرورت پیش آگئی تھی میں نے آپ کی طرف سے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے فلاں تاجر کے نام رقعہ لکھا کہ وہ مجھے تیس اشرفیاں بطور قرض کے بھیج دے۔ چنانچہ اس نے وہ بھیج دی ہیں۔ میں نے وصول کر کے اپنی مشکل حل کر لی ہے۔ لکھا ہے کہ امام صاحب کی یہ بات سن کر بجائے بگڑنے، ناراض ہونے یا بغیر اجازت کے کام پر سیخ پا ہونے کے یہ کہہ رہے تھے بھائی! میں نہیں سمجھتا کہ کسی سے نفع اٹھانے کا ایسا طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کو اس سے بھی نفع پہنچا ہے تو مبارک ہو۔"[2]

---

[1] معجم المصنفین ج ۲ ص ۱۹۸ [2] عقود الجمان و مناقب موفق ص ۲۴۳

اسی قسم کی ایک دوسری روایت بھی منقول ہے کہ جرجان کے گورنر کے نام امام ابوحنیفہ کے کسی ملنے والے نے امام صاحب کی طرف سے خط لکھا اور اس میں گورنر سے چار ہزار درہم کا مطالبہ کیا۔ گورنر نے خط پاتے ہی اسی وقت لکھنے والے کو چار ہزار درہم کی رقم روانہ کردی۔ جب امام صاحب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو کبیدہ خاطری اور رنجش و ناراضگی کے بجائے وہی کچھ فرمایا جو پہلے شخص سے کہا تھا۔[1]

گالیوں کا جواب اخلاق سے

حاسدوں کا گروہ لگا ہے کہ شہر کے غنڈوں کو آمادہ کرکے امام اعظم کو بری بھلی باتیں بھی سنوایا کرتا تھا: تذکرہ نگاروں نے بیسیوں واقعات نقل کئے ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ ایک واقعہ درج کئے دیتے ہیں:-

لکھا ہے کہ انہی غنڈوں میں ایک شخص امام صاحب کو سرِ راہ بُرا بھلا اور سخت سست کہتے ہوئے پیچھا کرنے چاہتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ امام صاحب بھی اس کی یاوہ گوئیوں کے جواب میں کچھ کہیں ۔ مگر امام ابوحنیفہ اس کی خرافات اور مغلظ گالیاں سنتے، سرجھکائے گھر کی طرف بڑھے چلے جارہے تھے۔ جب امام صاحب نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو گالیاں بکنے والا کھسیانا سا ہوکر کہنے لگا کہ

"کیا مجھے کوئی کتا فرض کرلیا ہے کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب بھی نہیں دیتے"

بلکہ اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پہ پہنچ گئے۔ تب گالیاں بکنے والے سے خطاب کرکے فرمایا:-

لو بھائی! اب تو میری حویلی آگئی اندر چلا جاؤں گا اگر جی نہ بھرا ہو تو میں ٹھہر جاتا ہوں تم اپنی بھڑاس اچھی طرح نکال لو۔[2]

---

[1] مناقب موفق صہ سوم ۲
[2] عقود الجمان صہ ۲۵۱، ۲۴۹، ۲۴۸ ومناقب

بے پناہ صبر و تحمل کسی بدنصیب نے غیظ و غضب اور شدت البغض و عداوت میں آکر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو طمانچہ مارا۔ تو حضرت امام اعظم نے حد درجہ تلطف، وانکسار سے فرمایا۔

بھائی! میں بھی تمہیں طمانچہ مار سکتا ہوں۔ لیکن مارتا نہیں، میں خلیفہ سے تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا۔ سحر گاہی کے وقت تیرے ظلم سے خدا تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا اور قیامت کے روز تمہارے ساتھ خصومت اور مقدمہ کر کے انصاف حاصل کر سکتا ہوں۔ مگر یہ بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اگر مجھے قیامت کے روز رستگاری حاصل ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو تیرے بغیر میں جنت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔[1]

صبر و تحمل کی انتہا عبدالرزاق بن ہمام کی روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم سے بڑھ کر حلیم اور طبعاً بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحب مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔ تلامذہ و معتقدین کا حلقہ قائم تھا۔ اتفاق سے میں بھی اسی محفل میں موجود تھا۔ کہ بصرہ سے آئے ہوئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے انہیں مفصل جواب دیا۔ سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام حسن بصری نے یوں کہا ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔

اخطاء الحسن امام حسن سے غلطی ہوئی ہے۔

ابوحنیفہ کا یہ کہنا تھا کہ اسی حلقہ سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے منہ کو لپیٹ رکھا تھا اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا ابن الزانیہ اے بدکار عورت کے بچے

---

[1] حدائق الحنفیہ

آپ یہ کہتے ہیں کہ حسن نے غلطی کی؟
لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوئے بہت سوں کے خون کھولنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں چڑھائیں۔ قریب تھا کہ اس کو مہیں اپنے کئے کی بدترین سزا دیں۔ مگر امام صاحب نے بڑی سکینت اور وقار سے سب کو خاموش کر دیا اور قدرے غور و تامل کے بعد فرمانے لگے۔

نعم اخطا الحسن و اصاب ابن مسعود فیما رواہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم ۱؎

جی ہاں! حسن سے غلطی ہوئی اور عبد اللہ بن مسعود درست کہتے ہیں جس طرح کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے

ایسے مواقع پر جب کوئی بے تمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گمراہی وابستگی میں بغض و عداوت اور استہزاء و گستاخی کی انتہا کو پہنچ جاتا تب بھی امام صاحب دعائیں دیتے معاف کرتے اور نفع و خیر خواہی کے سراپا پیکر بن جاتے۔

ہزار دراہم کی تھیلی مستحق کو پہنچ گئی

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے دوست کو ایک تھیلی (جس میں ایک ہزار دراہم موجود تھے) سپرد کرتے ہوئے یہ وصیت کی جب میرا بچہ بڑا ہو جائے تو اس میں سے جو آپ کو پسند ہو میرے بیٹے کے حوالے کر دیں چنانچہ وہ لڑکا بالغ ہوا اور عقل و شعور میں پختگی ہوئی تو اس کے باپ کے دوست نے اپنے مرحوم دوست کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خالی تھیلی اس کے بیٹے کے حوالے کر دی اور ہزار دراہم اپنے پاس رکھ لئے لڑکے کو جب اصل صورت حال معلوم ہوئی۔ تو اس نے بڑا واویلا کیا۔ مگر اس کے باپ

۱؎ عقود الجمان صہ ۲۲۰ و ابوزہرہ صہ ۵۶

کے دوست نے کہا کہ یہ تو تیرے باپ نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بیٹے کے حوالے کر دے۔ لہذا میں نے تھیلی کو پسند کیا اور تیرے حوالے کر دی شرعاً میں نے مرحوم کی وصیت پر صحیح عمل کیا اور عند اللہ میں بری رہوں۔

جب لڑکا کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہ کر سکا تو بے چارہ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ تو امام صاحب نے وصی (لڑکے والے باپ کے دوست) کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب اس لڑکے کے باپ نے جو تمہارے دوست تھے تمہیں یہ وصیت کی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بچے کے حوالے کر دو۔ تو محترم! تمہیں اپنی پسند کی چیز اس بچے کے حوالے کرنا ہو گی۔ ہزار درہم جو تم نے اپنے پاس روک رکھے ہیں وہ تمہیں پسند ہیں اس لئے کہ انسان اپنے لئے وہی چیز روکتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے لہذا ہزار درہم اس لڑکے کے حوالے کرنا ہوں گے۔[1]

احترام استاد

محمد بن یوسف صالحی نے لکھا ہے کہ:

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے دل میں استاد کے احترام اور عظمت شیخ کا یہ عالم تھا کہ جب تک زندہ رہے استاد کے گھر کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے حالانکہ ابو حنیفہ اور ان کے استاد امام حماد کے گھروں کے درمیان فاصلہ طویل تھا اور درمیان میں تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں۔[2]

خود انکاری و تواضع

اپنے علم کے متعلق امام اعظم کے جو احساسات تھے ان کا پتہ خود ان کے بعض اقوال سے چلتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں ایک آدمی یہ کہتے ہوئے داخل ہوا کہ ابو حنیفہ فقیہہ کی دوکان کہاں ہے؟ اتفاق سے یہ سوال انہوں نے خود امام ابو حنیفہ سے کیا تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا۔

---

[1] عقود الجمان صد ۱۹۱ [2] ایضاً صد ۲۹۳

لیس ھو بفقیہ انما ھو مفت متکلف لہ

وہ فقیہ نہیں ہے بلکہ زبردستی مفتی (یعنی فتویٰ دینے والا) بن بیٹھا ہے

امام ابو حنیفہ نے امام اعمش کی مشکل حل کردی

امام اعمش مشہور تابعی ہیں اور اکابر محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے سلیمان نام تھا ۶۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۷ ھ میں وفات پائی۔ چار ہزار احادیث زبانی بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس کتاب نہیں ہوتی تھی۔ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے اچھے نہیں تھے اعمش کہلانے کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ ان کی آنکھوں میں عموشت (چندھیا پن) آگئی تھی۔ دوسری جانب ان کی رفیقۂ حیات انتہائی حسین و جمیل تھی۔ اپنے حسن و جمال پر اسے غرور تھا۔ بات بات پر اعمش سے جھگڑتی اور ہر کام میں جھگڑے کی بات پیدا کر لیتی۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے امام اعمش کو تنگ کر کے آپ سے ہمیشہ کے لئے نجات کی خواہش مند رہتی۔

ایک روز عشاء کے بعد کسی مسئلہ پر تنازعہ ہوا۔ دونوں طرف سے بات بڑھ گئی۔ اور شدت اختیار کر گئی۔ بالآخر بیوی نے امام اعمش سے بولنا بند کر دیا۔ امام اعمش نے ہزار جتن کئے۔ مختلف ترکیبیں سوچیں مگر بیوی ان سے بولنے پر کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئی۔ آخر غصہ میں آکر امام اعمش نے قسم کھائی کہ اگر آج کی رات تو میرے ساتھ نہ بولی تو تجھے طلاق بائنہ۔

غصہ اور جذبات میں امام اعمش کے منہ سے یہ الفاظ نکل تو گئے مگر گھریلو حالات، چھوٹے بچوں کی نگہداشت، امور خانہ داری اور زوجہ کی رفاقت میں فطری تسکین خاطر اور دیگر مہم مسائل جب سامنے آئے تو حد درجہ نادم اور پشیمان ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ایک کے پاس گئے، دوسرے سے ملے۔ مگر کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ بالآخر امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ امام ابو حنیفہ نے تسلی دی

اور فرمایا، کوئی فکر کی بات نہیں۔ اطمینان خاطر رکھئے۔ آج صبح کی اذان آپ کے محلے میں صبح صادق سے پہلے پڑھوا دوں گا۔

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ خود بہ نفس نفیس مسجد کے مؤذن سے ملے اور انہیں صبح صادق سے قبل اذان کہنے پر رضامند کر لیا۔ ابھی صبح صادق طلوع نہ ہوئی تھی کہ مؤذن نے اذان دے دی۔

ادھر امام اعمش کی بیوی نے جو پہلے ہی بوریا بستر سمیٹے صبح کی اذان کی منتظر بیٹھی تھی نے اذان سنی تو خوش ہوئی اور جوش مسرت میں بول اٹھی۔

"خدا کا شکر ہے آج بوڑھے بد اخلاق سے میرا دامن پاک ہوا"

امام اعمش نے کہا، خدا کا شکر ہے کہ مؤذن نے امام ابو حنیفہ کی مہربانی سے صبح صادق سے قبل اذان دے کر آپ کے ٹوٹنے والے رشتہ کو میرے ساتھ ہمیشہ کے لئے جوڑ دیا[1]

امام اعمش اور آٹے کی تھیلی امام اعظم نے مشکل حل کر دی

امام ابوبکر بن محمد زرنجری نے مناقب ابو حنیفہ میں نقل کیا ہے کہ:۔

امام اعمش کو اوائل میں امام اعظم ابو حنیفہ سے میلان اور لگاؤ کم تھا اور ان کے بارے میں کچھ اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ امام اعمش خلقی طور پر خوبصورت نہ تھے اور طبعی طور پر تیز تھے۔ اپنی مزاجی اور طبعی حدت کی وجہ سے گاہے گاہے مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حلف اٹھا بیٹھے کہ

"اگر میری بیوی نے مجھے آٹا کے ختم ہونے کی خبر دی یا اس سلسلہ میں کچھ لکھ کر دیا یا پیغام بھیجا یا کسی دوسرے کے سامنے اس کا ذکر کیا کہ مجھے آٹا کے ختم ہونے کی اطلاع ہو یا اس سلسلہ میں کوئی اشارہ کیا تو اس پر طلاق ہو۔

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۷۵ و مناقب موفق صہ ۱۳۴

بیوی بے چاری حیران اور پریشان ہو گئی وہ اس مصیبت سے خلاصی چاہتی تھی۔ گھر بلو ضرورت اور قوت لایموت کے لئے آخر آٹا کے بغیر کیسے گذارا کیا جا سکتا تھا۔ بڑے بڑے علماء اور فقہاء سے مسئلہ دریافت کیا گیا مگر کوئی حل سامنے نہ آیا۔ مشورہ دینے والوں نے امام ابو حنیفہ سے مشکل حل کرانے کی بات کی تو فوراً امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرا سنا دیا۔ امام اعظمؒ نے فرمایا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ مسئلہ سہل اور آسان ہے فرمایا۔

رات کو جب امام اعمش سو جائیں تو چپکے سے آٹے کی تھیلی ان کی چادر یا لنگی یا ان کے کسی بھی کپڑے کے ساتھ باندھ دیجئے جب صبح اٹھیں گے تو آٹے کی خالی تھیلی کو اپنے کپڑے کے ساتھ بندھا ہوا دیکھ کر خود بخود یہ سمجھ جائیں گے کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے۔ اس طرح تمہارے معاش اور گذران اوقات کی تدبیر ہوتی رہے گی۔ چنانچہ امام صاحب کی ہدایت کے مطابق امام اعمش کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب امام اعمش خواب سے اٹھے اور چادر اور لنگی اٹھائی یا کپڑے سمیٹے تو دیکھا کہ آٹے کی تھیلی ساتھ بندھی ہوئی ہے کپڑے کے اٹھانے سے وہ بھی کھینچ کر ان کے پاس آ گئی۔ سمجھ گئے کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے امام اعمش نے یہ منظر دیکھا تو پس منظر کے مدبر کو بھی جان گئے۔ اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ حیلہ اور خلاصی کی ایسی تدبیر تو ابو حنیفہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ اور ہماری بات آگے چل کب سکتی ہے جب ابو حنیفہ موجود ہوں۔ اس شخص نے تو ہماری عورتوں پر ہماری قلت فہم اور عجز رائے ظاہر کر کے ہماری فضیحت کر دی ہے[1]

ابو حنیفہ کی تدبیر سے مظلوم کے قتل کا فیصلہ گورنر نے آزادی سے بدل دیا

ایک روز امام اعظم ابو حنیفہ کا گورنر ابن ہبیرہ کے ہاں جانا ہوا۔ اچانک دیکھا

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۷۶

کہ اس کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا ہے جسے وہ قتل کر دینے کی دھمکی سنا رہا ہے مگر ابو حنیفہ کے تشریف لانے سے گورنر ابن ہبیرہ امام صاحب کے لئے سراپا اکرام و اعزاز بن گئے۔ بے چارے قتل کی دھمکی سنائے جانے والے مظلوم نے دیکھا کہ گورنر کے ہاں امام ابو حنیفہ کا اکرام و اعتماد ہے اور ہمہ پہلو ان کی رعایت کی جاتی ہے تو اس نے از خود گورنر کے سامنے امام صاحب سے عرض کیا۔

اے ابو حنیفہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟

امام صاحب ابن ہبیرہ کی دھمکی کے پیش نظر مظلوم سائل کے سوال کی حقیقت اور اس کے پس منظر کو سمجھ چکے تھے، تو آپ نے بغیر کسی تامل کے اور سائل سے بغیر سابقہ تعارف کے فوراً ارشاد فرمایا کہ:۔

ہاں! آپ کو تو میں پہچانتا ہوں آپ وہی تو ہیں کہ جب اذان دیتے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ پر آتے ہو تو آواز کو خوب کھینچ لیتے ہو۔

سائل نے کہا جی ہاں۔ آپ نے درست فرمایا۔

ابو حنیفہ کا اس کلام سے مقصد یہ تھا کہ میں اسے جانتا ہوں کہ یہ شخص اہل توحید سے ہے۔

گورنر ابن ہبیرہ نے یہ سنا تو کہا۔ اچھا بھائی اذان کہو۔ اس نے اذان کہی۔

امام صاحب نے فرمایا درست ہے۔ ماشاء اللہ، جزاک اللہ۔ گورنر ابن ہبیرہ نے یہ دیکھا تو اسے آزاد کر دیا[1]

سو روپے کے مطالبہ پر بھی ابو حنیفہ نے ۵۰۰ سو روپے ادا کئے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کوئی عورت خز کا تھان لے کر امام اعظم کی دکان پر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا یہ کپڑا بھی فروخت کرا دیجئے۔

---

[1] عقود الجمان ص ۲۸۵ و مناقب موفق ص ۱۶۲

امام صاحب نے عورت سے اس کی قیمت پوچھی۔
کہنے لگی سو روپے۔ امام صاحب نے فرمایا یہ تو بہت کم ہے۔
کہنے لگی دو سو روپے۔
امام صاحب نے کہا یہ بھی تو کم ہے۔ عورت متعجب ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا، یہ تھان پانچ سو روپے سے کم قیمت کا ہرگز نہیں۔
عورت نے امام صاحب سے کہا آپ شاید میرے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔
امام صاحب نے ہنسی مذاق کب کرنا تھا پانچ سو روپے اپنے پاس سے عورت کو دے دئے اور تھان اپنے پاس رکھ لیا۔
آج کی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا نظر آئے اور اگر کوئی ایسا اقدام کرنے کے لئے تیار بھی ہو جائے تو بھی نظر خسارہ اور تاوان پہ جائے — مگر امام اعظم کے اس محتاط عمل اور دیانت سے بھرپور کردار نے ان کے کاروبارِ تجارت کو خسارہ اور نقصان کے بجائے مزید چمکایا اور آگے بڑھایا۔[1]

غسل جنابت بھی ہو گیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی!

ایک صاحب امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بظاہر ایک لاینحل مشکل درپیش ہے اگر غسل کرتا ہوں تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے اگر جنابت میں رہتا ہوں تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر میں غسلِ جنابت کروں تو میری بیوی پر تین طلاق — اب کیا کروں، خدارا میری مدد فرمائیے۔
امام ابو حنیفہؒ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور باتوں باتوں میں انہیں وہاں قریب کے ایک نہر

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۲۳ و مناقب موفق صہ ۱۹۵

کی پُل پر لائے اور دفعتہً اسے پانی میں دھکا دے دیا۔ وہ شخص از سر تا قدم پانی میں ڈوب گیا پھر امام صاحب نے اسے باہر نکلوایا اور اس سے فرمایا۔

جا، اب تیرا غسل بھی ہو گیا ہے اور بیوی کو بھی طلاق نہیں ہوئی [۱]

ابو حنیفہ کے قیاس سے مال مسروقہ برآمد ہو گیا

ایک مرتبہ امام اعظم کے پڑوس میں کسی صاحب کا مور (طاؤس) گم ہو گیا۔ بے چارے نے بڑی محبت سے پال رکھا تھا۔ بہت تلاش کی کہیں پتہ نہ چلا۔ بالآخر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی ظاہر کی کہ میرا مور گم ہو گیا ہے اور تلاش بسیار کے باوجود کہیں پتہ نہ چل سکا۔

امام صاحب نے فرمایا۔ اب خاموش ہو جا۔ فکر نہ کر اللہ پاک تمہاری مدد فرمائے گا۔ جب صبح ہوئی اور امام صاحب مسجد تشریف لے گئے تو حاضرین کے مجمع سے دوسری باتوں کے ضمن میں یہ بھی کہا کہ تمہارے اندر کے اس شخص کو حیا اور شرم کرنی چاہیے جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر نماز پڑھنے آتا ہے حالاں کہ چرائے ہوئے مور کے پر اس کے سر پر ابھی موجود ہیں تو جس شخص نے مور چرایا تھا جلدی سے سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ ابو حنیفہ اسے تاڑ گئے جب لوگ چلے گئے تو خلوت میں اسے سمجھا بجھا کر مور اس سے اپنے مالک کو واپس دلوا دیا۔ [۲]

ابو حنیفہ کی تدبیر سے بڑے مہر کے باوجود نادار کا نکاح ہو گیا

بشیر بن ولید سے روایت ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا جو امام صاحب کے حلقہ میں کثرت سے آتا اور عموماً حاضر باش رہتا۔ اس نے ایک روز حضرت امام صاحب سے عرض کیا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان سے رشتہ کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں، میں نے

---

[۱] مناقب موفق ص ۱۳۴ [۲] عقود الجمان ص ۲۰۵

ان کے ان خطبہ یعنی پیغام نکاح بھی بھیج دیا ہے۔ مگر انہوں نے مجھ سے اتنا بڑا مہر طلب کیا ہے جو میری مالی طاقت اور وسعت سے باہر ہے اور ادھر طبیعت بھی نکاح کر لینے کے لئے بے قرار ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

امام صاحب نے فرمایا استخارہ کر لو اور پھر جو کچھ وہ مہر طلب کریں کسی بھی طریقہ سے یعنی قرضہ وغیرہ لے کر انہیں دے دو۔ چنانچہ اس نے ابو حنیفہ کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ مہر ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اور لڑکی کے خاندان کو اطلاع کر دی۔ تو عقد نکاح منعقد ہوا۔ اور وہ شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ میں نے لڑکی کے خاندان سے درخواست کی ہے کہ مہر کی کچھ رقم اب لے لو، بقیہ رقم جب بھی مجھے میسر ہو گی ادا کر دوں گا۔ مگر وہ نہیں مانتے۔ اور لڑکی کی رخصتی پر رضامند نہیں ہو رہے جب تک کہ میں سارا مہر ادا نہ کر دوں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ ایک حیلہ اور تدبیر اختیار کرو۔ اس وقت مہر کی رقم کسی سے قرض لے کر ادا کر دو۔ اور کسی طرح اپنی بیوی تک پہنچ جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کی درشتی اور سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا انشاء اللہ۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں سے قرض لیا اور زیادہ تر قرضہ امام صاحب نے دیا اور دین مہر ادا کر دیا تو والدین نے لڑکی کی رخصتی کر دی۔

اب امام صاحب نے اس شخص کو سمجھایا کہ تم یہ ظاہر کرو کہ تمہارا اس شہر سے دور دراز جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی بھی اس سفر میں ہمراہ رہے گی۔ تو تم میں سے کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ دو اونٹ کرائے پر لایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ وہ بطلب معاش خراسان جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لے جانے کا ہے۔

لڑکی کے خاندان والوں پر اس کا یہ ارادہ ناگوار اور بہت شاق گذرا۔ وہ امام صاحب

کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرنے لگا اور اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس کو شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے لے جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لخت جگر کی جدائی بہت شاق ہے ہم کسی طرح بھی لڑکی کو ساتھ لے جانے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔ تو امام صاحب نے فرمایا یہ تو آسان بات ہے اس کو راضی کر لو۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ جو کچھ مال تم نے اس سے لیا ہے واپس کر دو۔ جب انہوں نے یہ بات مان لی تو امام صاحب نے اس کو بلایا اور کہا کہ لڑکی کے خاندان والے اس بات پر رضامند ہو گئے ہیں کہ جو کچھ تم سے مہر لیا ہے واپس کر دیں اور تجھے قرض وغیرہ سے بری کر دیں۔

امام صاحب کی اس تجویز سے نوجوان کو شہ ملی اور مزید بگڑ گیا۔ اور کہا

فانا ارید منهم شیئاً آخر فوق ذالک

میں تو ان سے اس رقم سے بڑھ کر کچھ مزید حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مگر امام صاحب نے تنبیہ کی اور اس کے ناجائز اقدام اور حصول دولت کے نشہ کو کافور کر دیا اور کہا یا تو اسی رقم پر راضی ہو جاؤ۔ ورنہ پھر اگر عورت نے کسی کے بارے میں اپنے ذمہ قرض کا اعتراف کر لیا تو پھر جب تک وہ قرضہ ادا نہیں کر لیتی تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔

نوجوان گھبرایا اور سٹپٹا کر کہا! خدارا جو کچھ آپ دلوار ہے ہیں اسی پر راضی ہوں کہیں اسی ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں اور میرا بنا ہوا مسئلہ بگڑ جائے — چنانچہ جو رقم امام صاحب اس کو دلوا رہے تھے اسی کو واپس لینے پر رضامند ہو گیا۔[1]

دھوبی کا مسئلہ۔ امام ابو یوسف کی ندامت: امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے

---

[1] عقود الجمان ص ۲۵۹-۲۶۰، ۲/۶۱ و مناقب موفق ۱/۳۰۰

تلمیذ رشید اور قریب ترین اصحاب سے تھے۔ ذہین، افادہ، فقیہہ اور مسائل کے استنباط واجتہاد میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ ابوحنیفہ سے فیض حاصل کیا اور ابوحنیفہ کی حوصلہ افزائیوں سے خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ ایک طویل اور شدید بیماری سے افاقہ کے بعد اپنی علیحدہ درسگاہ قائم کر لی۔ نہ امام اعظم ابوحنیفہ سے اس کی اجازت لی اور نہ امام صاحب نے فی الحال ان کے مجلس درس قائم کرنے کو مناسب سمجھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ نے ایک صاحب کو ایک استفتا، سکھلا کر امام ابویوسف کی مجلس درس میں بھیج دیا کہ

"ایک شخص نے کسی دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا۔ دھوبی نے اس کو واپس لینے کی تاریخ بتادی۔ جب کپڑے کا مالک متعینہ تاریخ کو اپنا کپڑا مانگنے آیا تو دھوبی نے کپڑا واپس دینے سے انکار کر دیا۔

پھر اس کے بعد خود دھوبی کپڑا دینے آیا تو کپڑے کے مالک پر اس دھوبی کی اجرت واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ابویوسف کہیں کہ اجرت واجب ہوگی تو تم کہہ دینا کہ غلط، اور اگر کہیں کہ اجرت واجب نہیں ہوئی تب بھی کہہ دینا کہ غلط۔

چنانچہ امام حنیفہ کا فرستادہ شخص امام ابویوسف کی مجلسِ درس میں حاضر ہوا اور جس طرح اسے بتایا گیا تھا اس نے وہی کیا اور کہا۔

امام ابویوسف ذہین اور دوررس تھے فوراً سمجھ گئے کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔۔ گھبرائے اپنے فعل پر تنبہ حاصل ہوا۔ فوراً امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ "تمہیں یہاں دھوبی والا مسئلہ لایا"!

امام ابویوسف اپنے کئے پر نادم تھے۔ امام ابوحنیفہ نے مسئلہ کو سلجھاتے ہوئے فرمایا کہ جب دھوبی نے کپڑا دھونے سے پہلے کپڑا دینے سے انکار کر دیا تھا تب وہ غاصب قرار پایا۔ اور غاصب کے لئے اجرت نہیں ہوتی۔ اور جب کپڑا دھونے کے بعد انکار کر دیا تھا تو کپڑا دھونے کی وجہ سے اجرت واجب ہوگئی تھی۔ اب جب وہ کپڑا از خود واپس لے آیا تو غصب

کا جرم ساقط ہو گیا تو اس کا حق اجرت بدستور باقی رہا ہے

عداوت محبت میں بدل گئی

امام وکیع کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بڑے حافظ الحدیث رہا کرتے تھے۔ مگر انہیں امام اعظم ابوحنیفہ سے دشمنی تھی۔ ہمیشہ ان کی مخالفت اور عداوت میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ اچانک ایک روز اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ بات بڑھ گئی۔ تو بیوی سے کہا۔ "اگر آج رات تو نے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا اور میں نے تجھے طلاق نہ دی تو تجھ پر طلاق ہو" عورت نے سنا تو جواباً کہا "اگر آج رات میں نے آپ سے طلاق کا مطالبہ نہ کیا تو میرے سارے غلام آزاد ہوں"

بعد میں جب ہوش ٹھکانے لگے تو دونوں کو ندامت ہوئی۔ اور دونوں مشہور ائمہ وقت سفیان ثوری اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس حاضر ہوئے۔ مگر الجھا ہوا مسئلہ نہ سلجھ سکا۔ اور بے چارے میاں بیوی دونوں جب وہاں کوئی مخلص نہ پا سکے تو لاچار طوعاً و کرہاً امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ بالا صورت واقعہ بیان کی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اسی وقت بغیر کسی تامل کے لاینحل مسئلہ چٹکی میں حل کر دیا۔ چنانچہ عورت سے فرمایا "تو ابھی سے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر لے" اس نے ابوحنیفہ کی ہدایت کے مطابق اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ مرد سے کہا تو عورت کے مطالبہ کے جواب میں یوں کہنا کہ تجھے طلاق ہے اگر تو چاہے اور عورت سے کہا کہ خاوند کے جواب میں یوں کہنا کہ میں ہرگز طلاق نہیں چاہتی۔ چنانچہ دونوں نے ابوحنیفہ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا۔ تو ابوحنیفہ نے دونوں سے فرمایا۔ اس عمل کے بعد اب دونوں بری ہو گئے ہو۔ اور طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور تمہارے اوپر کوئی حنث نہ ہوگا۔

ابوحنیفہ کے پڑوسی نے امام صاحب کی یہ ذہانت و بصیرت اور اپنے ساتھ شفقت

لہ وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۸ ، وعقود الجمان ص ۲۵۳

ومروت دیکھی تو سابقہ عداوت سے توبہ کی اور اس کے بعد دونوں میاں بیوی جب بھی نماز پڑھتے تو ابو حنیفہ کی مغفرت، رفع درجات کی دعا کرتے اور اسطرح عداوت محبت میں بدل گئی[1]

جھوٹے نبی سے علامات نبوّت کی طلب کفر ہے

امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا شاید سزا دیتے ہوں یا بحث و مناظرہ کرتے ہوں۔ بہر حال جھوٹے نبی نے لوگوں سے کہا۔

"مجھے قدرے مہلت دے دو کہ تمہارے سامنے اپنی نبوت کے علامات اور صداقت کے نشانات پیش کر دوں۔"

لوگوں نے اس سے علامات نبوت کے طلب کرنے یا دیکھنے میں قدرے تامل کیا کہ چلو یہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔

امام اعظم نے فرمایا۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ جھوٹے نبی سے علامات نبوت کی طلب کفر ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لَا نَبِیَّ بَعْدِی — میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا

جھوٹے نبی سے علامات نبوت کی طلب امکان نبوت کی غماضی ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صداقت اور ختم نبوت میں شک پڑنے کا اندیشہ ہے جو موجب کفر ہے[2]

بارگاہِ خلافت میں دعوت و تبلیغ کا حکیمانہ انداز

عبد العزیز بن ابی رواد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہیں امیر المومنین نے دربار خلافت میں بلایا۔ وہ پریشان ہوگئے۔ امام

---

[1] عقود الجمان ص ۲۸۳ [2] ایضاً ص ۲۷۶ و مناقب موفق ص ۱۳۶

اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد تھے اس لئے فوراً مشورہ کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ مجھے جب خلیفہ کے دربار میں حاضری دینی آتی ہے تو یہ میرے لئے مشکل ہے کہ میں ان کے دربار میں حاضر ہو کر بھی معروف کا امر اور منکر سے نہی کئے بغیر واپس آجاؤں۔ اس لئے آپ مجھے اس سلسلہ میں ہدایت دیں کہ میں ان کے دربار میں ایسے طریقہ سے وعظ کہہ سکوں کہ اشتعال انگیز بھی نہ ہو اور موثر بھی خوب ہو۔

امام اعظم نے فرمایا۔ اولاً ان کے دربار میں جا کر سنت کے مطابق سلام کہنا اور پھر خاموش رہنا۔ جب وہ آپ سے کسی مسئلہ یا مشورہ کے بارہ میں کوئی بات پوچھیں اور اس کا جواب آپ کو معلوم ہو تو کھلے دل سے بتادیں اور اسی ضمن میں دوران تقریر یہ بھی کہہ دیں کہ اے امیر المومنین! دنیا اور اس کا جاہ و منصب چار چیزوں کے لئے حاصل کیا جاتا ہے:۔

۱۔ عزت و شرف کے لئے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ شریف ہی نہیں شریف ابن شریف ہیں۔

۲۔ حصولِ سلطنت کے لئے، اور الحمد للہ کہ آپ عرب و عجم کی سلطنت کے حکمران ہیں

۳۔ طلب مال کے لئے، اور اللہ نے آپ کو مال و دولت کی وسعتوں اور فراوانی سے نوازا ہے۔

۴۔ اے امیر المومنین، اب آپ اللہ کا تقویٰ اختیار کیجئے اور عمل صالح اپنا ئیے کہ اس سے دنیا و آخرت کی دولتیں اور ہمیشہ کی لازوال سعادتیں حاصل ہوتی ہیں[1]

گورنر ابن ہبیرہ سے بے باکانہ گفتگو

بنی امیہ کی حکومت قاہرہ کے سب سے بڑے مطلق العنان گورنر ابن ہبیرہ نے ایک دفعہ اپنی سرکار

---

[1] عقود الجمان صہ ۳۰۰